إن تتقوا الله يجعل لكم فرقانا

جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے

قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

ماہنامہ

الفرقان ربوہ

جلد ۵ — جنوری سنہ ۱۹۵۵ء — نمبر ۱

چندہ سالانہ
پانچ روپے

قیمت فی پرچہ
چھ آنے

جلد [illegible] | جمادی الاولیٰ [illegible] | الفرقان ربوہ | جنوری [illegible] | نمبر ۱

الفہرست

۱۔ مذہبی انسائیکلوپیڈیا میں اسلام اور قرآن کا ذکر (اسلام اور اشتراکیت کے نقطۂ نگاہ میں بنیادی فرق)	ایڈیٹر	ص۱
۲۔ طلوعِ اسلام والے پاکستان میں اشتراکیت کے علمبردار ہیں	"	ص۳
۳۔ مودودی پارٹی کا اصلی خاکہ	مولانا راغب حسن صاحب ایم۔ اے نائب صدر جمعیۃ العلماء پاکستان ڈھاکہ	ص۶
۴۔ احمدی مسلمان ہیں	مولانا محی الدین صاحب الکھوی	ص۸
۵۔ اسلام کا موعود کون ہے بانی بہائیت یا بانی احمدیت؟	جناب مولوی عبد الکریم صاحب پشاور	ص۹
۶۔ احادیثِ نبویہ کے حجتِ شرعی ہونے پر دلائل	جناب مولوی خورشید احمد صاحب شاد	ص۲۰
۷۔ بعث بعد الموت کی ضرورت اور اس کا ثبوت	جناب میجر ڈاکٹر شاہ نواز خان صاحب پشاور	ص۲۵
۸۔ البیان (قرآن مجید کا سلیس اردو ترجمہ اور مختصر تفسیری نوٹ)	ایڈیٹر	ص۲۹

ضروری اعلان

کاغذ کی موجودہ سرکاری معین مقدار کے مطابق الفرقان چالیس صفحات پر چھپنا چاہیئے لیکن بعض وجوہ سے ہم اس مرتبہ آٹھ صفحات کم لگا رہے ہیں کیونکہ ماہِ فروری کا پرچہ بعض اہم مقالات کی وجہ سے اڑتالیس صفحات کا ہوگا۔ ہم نے کنٹرولر صاحب نیوز پرنٹ کراچی کی خدمت میں رسالہ کی ضرورتوں کے پیشِ نظر اضافہ کی درخواست دے رکھی ہے خدا کرے وہ جلد توجہ [illegible]

منیجر

الفرقان کی تاریخ اشاعت

رسالہ ہر ماہ کی یکم تاریخ کو ڈاکخانہ میں دیا جایا کرے گا

ماہِ فروری سے الفرقان کی تاریخ اشاعت ہر شمسی مہینہ کی پہلی تاریخ ہوگی۔ مضمون نگار اور خریدار حضرات مطلع رہیں۔!

بقایا دار حضرات اپنا اپنا چندہ ارسال فرمائیں ورنہ یکم فروری کو رسالہ ان کے نام وی۔ پی ہوگا۔

منیجر

[illegible]

روسی انسائیکلوپیڈیا میں اسلام اور قرآن کا ذکر

اسلام اور اشتراکیت کے نقطۂ نگاہ میں بنیادی فرق

نئی روسی انسائیکلوپیڈیا کی ۱۸ ویں جلد میں اسلام اور قرآن حکیم کے بارے میں لکھا ہے :-

"Islam, the same as other religons, always played an reactionary Role, being in the hands of the exploiting classes a weapon of the spiritual opression of the toilers."

دوسرے مذاہب کی طرح اسلام نے بھی ہمیشہ رجعت پسندانہ کردار ادا کیا ہے یہ لوٹنے والے طبقوں کے ہاتھ میں محنت کش عوام کے خلاف روحانی جبر کا ایک حربہ رہا ہے۔

The Kuran in every way approves and recommends gehad a Holy War against (NoN Muslims) whose purpose is to spread Islam.

قرآن ہر طریقہ سے کافروں (غیر مسلموں) کے خلاف جہاد کی تلقین و تائید کرتا ہے جس کا مقصد تبلیغ اسلام ہے۔

The Kuran persistently defends and justifies Slavery (considers that it is estalilished by Allah) exploitation property and social inequality of the people."

قرآن پوری شدت اور تساہل کے ساتھ غلامی، استحصال ملکیت اور سماجی نابرابری کا تحفظ کرتا ہے اور اسے مبنی بر جواز ٹھہراتا ہے۔ اس کے خیال میں یہ اللہ کا قائم کردہ نظام ہے۔" (چٹان لاہور ۲۷ دسمبر ۱۹۶۳ء)

ان اقتباسات سے ظاہر ہے کہ روسی حکومت اور اسکے ذہن کا رندے اسلام کے متعلق کیا تصور رکھتے ہیں اور اس بارے میں دنیا کو کس قسم کے خیالات میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔

اگر یہ درست ہے کہ انسان اپنے سے مختلف الخیال انسان کو بلا دلیل رجعت پسند کہنے میں حق بجانب ہو سکتا ہے تو شاید اشتراکی لوگوں کو یہ حق پہنچتا ہو کہ وہ مسلمانوں کو رجعت پسند کہہ سکیں مگر ہم نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے اسلام کو کس طرح رجعت پسندانہ کردار ادا کرنے والا قرار دیا ہے۔ اسلام جو ذہنی اور مادی غلامی کا دشمن ہے جس نے جبر و تشدد کے خلاف علم بغاوت بلند کیا ہے جس نے آزادیٔ فکر اور آزادیٔ رائے کی ٹھوس بنیاد رکھی اور اس کیلئے چٹان سے بڑھ کر مضبوط اصول قائم کئے ہیں کتنا بڑا ظلم ہے کہ اسی اسلام کو رجعت پسند اور جبر کرنے والا مذہب قرار دیا جائے۔

اسلام ہر انسان کو عقیدہ اور فکر اور عمل کی آزادی دیتا ہے اسلام کے نزدیک انسان کے ہر عقیدہ کی اساس دلیل و برہان ہے جس عقیدہ پر دلیل قائم نہ ہو وہ عقیدہ مردہ ہے اور جو شخص ایسا عقیدہ اپناتا ہے جس پر اسکے پاس دلیل نہیں ہے وہ خود مردہ ہے جس

مذہب کا پہلا سبق اور جس کی پہلی پکار ہی ھا تُوا برھانکم ان کنتم صٰدقین ہو اس پر روحانی جبر کا اعتراض کچھ کمیونسٹوں کے مُنہ سے ہی دہرایا جا سکتا ہے۔ اسلام نے تو تمام نسلِ انسانی کو ایک سطح پر قرار دیا ہے اس نے رنگتوں، وطنوں اور زبانوں کے تمام تفاوتوں کو مٹا کر سب کو انسانیت کے دائرہ میں بھائی بھائی قرار دیا ہے۔ ان سب کو ایک ماں اور ایک باپ سے پیدا ہونے والے ٹھہرایا ہے۔ ان سب کو ایک رب کے بندے قرار دیا ہے۔ اخوت و مساوات کے اس زریں سبق کے باوجود کہا جاتا ہے کہ اسلام لوٹنے والے طبقوں کے ہاتھ میں محنت کش عوام کے خلاف روحانی جبر کا ایک حربہ ہے" کیا یہ اسلام دشمنی کی انتہا نہیں جو انسان کی آنکھوں پر پٹی باندھ دیتی ہے؟

بلاشبہ اسلام زندہ مذہب ہے۔ وہ اپنے پیروؤں کیلئے جہاد کو لازمی قرار دیتا ہے مگر قرآن مجید میں جہاد سے مراد کسی جگہ بھی دشمنوں کو قتل کرنا نہیں ہے۔ قرآن مجید نے نفس کی پاکیزگی اور اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کیلئے کوشش کو جہاد ٹھہرایا ہے۔ والّذین جاھدُوا فینا لنھدینّھم سُبلنا۔ پھر قرآن کریم نے دلائل و براہین قرآنیہ کے بیان کرنے کا نام جہاد رکھا ہے۔ فرماتا ہے وجاھدھم بہ جھاداً کبیراً (الفرقان) کہ اس قرآن مجید کے ذریعہ سے غیر مسلموں کے ساتھ جہاد کرو یعنی قرآنی دلائل کی تبلیغ کرنا بہترین جہاد ہے۔ قرآن مجید میں جہاد کا لفظ ان دو معنوں کے سوا کسی تیسرے معنے میں استعمال نہیں ہوا۔

یہ درست ہے کہ قرآن مجید نے دفاعی جنگ کی اجازت دی ہے مگر کیا ظالموں، عزت و ناموس پر حملہ آوروں اور انسانی اخلاق کو تباہ کرنے والے درندوں کے مقابلہ کی اجازت دینا اسلام کا جرم ہے؟ کیا ایسے ظالموں کا مقابلہ کرنا تعدی یا حد سے تجاوز ہے؟ خدارا کچھ تو سوچا کریں۔ قرآن مجید فرماتا ہے اُذن للّذین یقاتلون بانّھم ظُلموا کہ مسلمان مظلوم تھے۔ جب ان کی مظلومیت انتہا کو پہنچ گئی تو ہم نے انہیں دفاع کی اجازت دی ہے۔

اشتراکیت کے علمبرداروں کا قرآن کریم پر کتنا ظالمانہ اعتراض ہے کہ قرآن نے غلامی، استحصال، ملکیت اور سماجی نابرابری کا تحفظ کیا ہے؟ حالانکہ قرآن کریم نے غلامی کو مٹایا ہے اس نے تمام انسانوں کو آزادی اور حریت میں یکساں قرار دیا ہے اور تمام لوگوں کیلئے حریت سے فائدہ اٹھانے کے پورے مواقع مہیا کئے ہیں۔ اسلام نے ہر شخص کیلئے اپنی قابلیتوں کے مطابق کام کرنے اور فائدہ اٹھانے کی راہیں کھُلی قرار دی ہیں۔

اسلام جبر و تشدد کا قائل نہیں۔ وہ انسان کے جذبات کو کچل کر اُسے پتھر کا ایک ٹکڑا یا مٹی کا بے حس و حرکت بُت قرار نہیں دے سکتا۔ وہ انسانوں کے دماغی ارتقاء کے آگے بند باندھنا نہیں چاہتا اس لئے اسلام نے ملکیت کو تسلیم کیا ہے مگر اسلام اس بھیانک ملکیت کا دشمن ہے جس سے انسان، انسان کا دشمن بن جاتا ہے۔ وہ ملکیت کو قومی و جماعتی و انفرادی حق قرار دیتا ہے اور ہر حق کو اس کے مرتبہ اور مقام پر قائم کرتا ہے۔

اسلام اور اشتراکیت کے نقطہ ہائے نگاہ میں بُنیادی فرق ہے اشتراکیت انسان کو صرف روٹی کا غلام ٹھہراتی ہے اسلام انسان کی روحانی اور معنوی قدروں کو مادی اغراض سے بالا قرار دیتا ہے اسلئے اسلام مادی زندگی کو اس نہج پر چلاتا ہے جس سے اس زندگی کے ساتھ ساتھ انسان کی روحانی زندگی کا ارتقاء بھی ہوتا جائے، اس کی معنوی قوتیں بھی پایۂ تکمیل کو پہنچیں اسلام مادی زندگی سے غافل نہیں مگر وہ اسی کو سب کچھ نہیں قرار دیتا۔ اسلئے اسلامی مساوات، اسلامی اخوت اور اسلامی تقسیم رزق میں ہمیشہ بلند اور اعلیٰ مقصد کو ملحوظ رکھا گیا ہے یہی قرآن اور اسلام کا طغرائے امتیاز ہے اور یہی بات اشتراکیوں کی آنکھ میں خار بن کر کھٹک رہی ہے۔ مگر اس میں اسلام اور قرآن کا کیا قصور ہے۔

بہرحال یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ اشتراکی اسلام کی مخالفت میں غلط بیانی اور جھوٹے اعتراضات پر بنیاد رکھ کر اس کے خلاف دُنیا بھر میں ناروا پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔ پس اشتراکیت اسلام کی بدترین دشمن ہے +

طلوعِ اسلام والے پاکستان میں اشتراکیت کے علمبردار ہیں!

پاکستان کے درد مند مسلمانوں کے لئے لمحۂ فکریہ!!

جناب پرویز اور ان کے ساتھی (منکرینِ حدیث) جس انداز میں اسلام کی تعبیر کرتے ہیں وہ اسے کشاں کشاں اشتراکیت کے آستانہ پر سجدہ ریز کرنے کی ایک ناکام کوشش ہے نہ اس سے زیادہ نہ کم۔ ظاہر ہے کہ اشتراکیت کے داعی مختلف لباسوں میں اپنے پروپیگنڈا کو رواج دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک اسلامی ملک میں انہیں اسلام کا لبادہ اوڑھنے میں کیا عار ہو سکتی ہے اور ایک اسلامی ملک میں انہیں "اسلامی جماعت" کا مستعار نام رکھ کر اپنا کاروبار چلانے میں کیا حرج نظر آ سکتا ہے؟

ہمارا دعویٰ ہے کہ کراچی کے طلوعِ اسلام والے درحقیقت ماسکو سے رشتۂ عقیدت استوار کئے بیٹھے ہیں اور ان کی جدوجہد کا **محوری نقطہ** یہ ہے کہ اُمتِ اسلامیہ کے گلے میں اینگلز، کارل مارکس اور لینن کی عقیدت کا جوا ڈال دیں۔ اسلئے ہر **مسلمان اور پاکستانی** کا فرض ہے کہ ان لوگوں کی مساعی پر ہوشیار رہے اور ان کی بظاہر مذہبی تحریک کا بغائر مطالعہ کرے۔ ہمارا یہ دعویٰ بے دلیل اور بے ثبوت دعویٰ نہیں ہے۔ آج ہم اس سلسلہ میں **پہلا ثبوت** پیش کرتے ہیں۔ یہ ثبوت خود رسالہ طلوعِ اسلام کا ذیل کا اقتباس ہے۔ ذرا غور سے مطالعہ فرمائیں۔ لکھا ہے:۔

(الف) "سُنا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے امیر حبیب اللہ مرحوم والیٔ افغانستان کو اپنے مسیح موعود ہونے کا دعوت نامہ بھیجا۔ امیر مرحوم نے جواب دیا۔ مرزا صاحب محترم! معاف فرمائیے آپ سے غلطی ہوئی۔ اب اس کی تلافی کی یہی صورت ہے کہ واپس تشریف لے جائیے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھیج دیجئے کیونکہ مسلمانانِ عالم اس وقت جس عجز و مسکنت کی حالت میں رہ رہے ہیں اس کا علاج مسیح نہیں عمر ہے۔ مسیحیت کے ساز سے قیصریت زندہ باد کے سوا کوئی نغمہ نہیں نکل سکتا۔ محکوم کیلئے اس کے پاس یہی پیام ہو سکتا ہے کہ محکوم تر ہو کر رہے۔"

(ب) "ہمارے روایت زدہ مسیح موعود سے بہت آگے دانشمندانِ **مغرب** محض دانش آزادی کی دستگیری سے وہاں پہنچ گئے جہاں ان کو ان کی نبوت و وحی بھی نہ پہنچا سکی۔ تمام عرب بے وقت کا راگ الاپتے رہے اور اپنے بعد اس صدائے بے ہنگام کو ایک خوفناک ٹریجڈی کی شکل میں چھوڑ گئے۔ اینگلز، کارل مارکس، ٹالسٹائی، لینن اور ان کے ہمنواؤں نے وقت کی نبض پر انگلی رکھی اور انسانیت کے مزمن مرض کا پتہ لگا لیا۔ انہوں نے اس کے لئے علاج بھی تجویز کیا جو اس وقت تجربے کی کسوٹی پر کسا جا رہا ہے۔"

(ج) "اس وقت ہم امیر افغانستان کے زمانے سے بہت آگے جا چکے ہیں۔ دُنیا بدل گئی۔ اسلامی ممالک کے حالات بھی بہت کچھ بدل چکے ہیں۔ اُس وقت

امیر المؤمنین عمرؓ کی ضرورت تھی تو آج کی ضروریات تقاضا کر رہی ہیں کہ مسیحیت کے دعویدار واپس تشریف لے جائیں اور ابوذر غفاری کو بھیجدیں۔ وہ کام جو کارل مارکس، اینگلز، ٹالسٹائی اور لینن سے نہ ہو سکا۔ ان کی انسانیت پرور مساعی میں جس اہم چیز کی کمی رہ گئی وہ ہمیں ابوذر غفاری سے حاصل ہو سکتی ہے۔"

(د) "طلوع اسلام کے عام مضامین اور کرمی پرویز صاحب کی تقریریں روح بوذری سے مملو ہوتی ہیں۔ ان کے سامنے نہ کوئی فرقہ ہے نہ فرقہ بندی بلکہ عام منشاءِ قرآن کے مطابق ان کے پیش نظر فلاحِ انسانیت ہے۔ قرآن پاک میں ہر زمانے کے دُکھوں کی دوا موجود ہے۔ اس زمانے کا **سب سے بڑا دُکھ رزق کی غیر مساوی تقسیم ہے۔** یہ دُکھ نیا نہیں لیکن اس کا احساس اب زیادہ ابھر کر سامنے آگیا ہے۔ پوری دنیا کی بے اطمینانی کی جڑ یہی ہے۔ تمام جرائم کا سرچشمہ یہی ہے۔ یزداں سے دُوری اور اہرمن کے تسلط کا سب سے بڑا ذریعہ یہی ہے۔ قرآن پہلی کتاب ہے جس نے اس کا سدِّباب کیا اور جتنے دن قرآن کی حکومت رہی اور جہاں جہاں رہی اتنے دن وہاں سے یہ دکھ کوچ کر گیا۔ اور یہ وقت بہت تھوڑا تھا یہاں تک کہ صحابہ ہی کی زندگی میں عہد قرآنی کا خاتمہ شروع ہو گیا۔ یہ ہم کو ابوذر کے حالات اور تاریخ کے دیگر افسوسناک ابواب سے معلوم ہو جاتا ہے۔ آج ابوذر کی آواز طلوع اسلام کے ذریعے سے پھر بلند ہو رہی ہے۔"

(رسالہ طلوع اسلام کراچی بابت جون ۱۹۵۲ء)

یہ چار طویل اقتباسات ہمارے بیان اور ہمارے دعووں کی حرف بحرف تائید کرتے ہیں۔ آپ اس فرضی افسانہ کو جانے دیجئے جو امیر حبیب اللہ صاحب آف افغانستان کے نام سے تراشا گیا ہے۔ ہمیں اسوقت اِس قصہ کے مذہبی حصہ سے بھی بحث نہیں۔ ہم اس بدزبانی کو بھی چھوڑتے ہیں جو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے خلاف کی گئی ہے۔ آپ اِس انداز کو بھی نظرانداز فرمایئے کہ مسلمانوں کی موجودہ مسکنت کا علاج مسیح ہے یا نہیں اور یہ کہ مسیح کا کام و پیام کیا ہوتا ہے؟ آپ خدارا صرف اِس اندازِ اشتراکیت کو ملاحظہ فرمایئے جو طلوع اسلام نے ان عبارتوں میں اختیار کیا ہے۔ طلوع اسلام کے نزدیک اس زمانے کا سب سے بڑا دُکھ "رزق کی غیر مساوی تقسیم" ہے۔ یہاں سے طلوع اسلام والوں کا قارورہ اشتراکیوں سے مل جاتا ہے۔ اس جگہ سے انکی نگاہیں اینگلز، کارل مارکس اور لینن پر جم گئی ہیں۔ اب اشتراکیت کے بانیوں کو وقت کی نبض پر انگلی رکھے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ اب وہ خوشی سے پکار رہے ہیں کہ اشتراکیت کے بانیوں نے "انسانیت کے مزمن مرض کا پتہ لگا لیا ہے انہوں نے اسکے لئے علاج بھی تجویز کر دیا ہے"۔ اس مرحلہ پر طلوع اسلام والے انگلز، کارل مارکس اور لینن کا کلمہ پڑھتے ہوئے انہیں "فلاحِ انسانیت کے سب سے بڑے علمبردار" ٹھہراتے ہیں اور بے ساختہ انکی "انسانیت پرور مساعی" کے لئے سراپا امتنان بن جاتے ہیں۔ ان "دانشمندانِ مغرب" پر ایمان لانے کے بعد ضروری تھا کہ طلوع اسلام والے پاکستان کے مسلمانوں کو جو مذہب کے دیوانے کہلاتے ہیں اشتراکیت کے سبز باغ دکھانے کے لئے کوئی اسلامی عینک تجویز کرتے۔ سیدھے طور پر اشتراکی کہلاتا اور سیدھے طور پر اشتراکیت کی تبلیغ کرنا تو استادِ اوّل نے انکو سکھایا ہی نہیں۔ آخر نئی شراب کو پرانے مشکیزوں میں پیش کر دینے ہی مذہبی انسانوں کو اس میخانہ کا بادہ خوار بنایا جا سکتا ہے۔ اشتراکیت کے اِن مبلغوں نے کس ڈھب انداز میں لکھا ہے:۔

"وہ کام جو کارل مارکس، اینگلز، ٹالسٹائی اور لینن سے نہ ہو سکا، ان کی انسانیت پرور مساعی میں جس اہم چیز

کی کمی رہ گئی وہ ہمیں ابوذر غفاری سے حاصل ہو گئی ہے "

ظاہر ہے ان شاطر پرچار کوں نے اس جگہ سیدنا حضرت خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام نہیں لیا۔ آپؐ کے خلفاء میں سے کسی خلیفہ کا نام نہیں لیا بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خاص طور پر نفی کر کے حضرت ابوذر غفاری کا نام لیا ہے کیونکہ طلوعِ اسلام والوں کے نزدیک کارل مارکس وغیرہ کی " انسانیت پرور مساعی " اتنی کامل تھیں اور دنیا کے سب سے بڑے " دکھ " اور مزمن مرض کی انکی تشخیص اور انکا علاج اتنا درست تھا کہ اس میں کوئی قابلِ ذکر کمی نہ تھی۔ اب نہ روحانیت و اخلاق کا سوال ہے نہ شریعت کی حاجت باقی ہے۔ نہ اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت ہے اور نہ خلفائے راشدین کی سُنت پر نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ اب اشتراکی شریعت بہمہ وجوہ کامل ہے۔ کارل مارکس اور انیگلز کا پیش کردہ علاج کامل اور آخری علاج ہے۔ ان کا نمونہ کامل نمونہ ہے۔ اب دنیا کے سب سے بڑے " دکھ " رزق کی غیر مساوی تقسیم " کا تریاق اشتراکیت نے پیش کر دیا ہے۔ ہاں مسلمانوں کے گلے میں اس تریاق نما زہر کے گھونٹ اتارنے کے لئے کوئی نام چاہیئے۔ بانیانِ اشتراکیت کی " انسانیت پرور مساعی " میں اس " اہم چیز کی کمی " کو کس بزرگ کے نام سے پورا کیا جائے۔ لیجیئے " ابوذر کے حالات اور تاریخ " سے یہ اہم کمی پوری ہو گئی۔ اب اعلان کر دیا جائے کہ :-

" آج ابوذر کی آواز طلوعِ اسلام کے ذریعے سے پھر بلند ہو رہی ہے "

گویا طلوعِ اسلام کے ذریعے سے پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز بلند نہیں ہو رہی (اسی سے بچنے کے لئے تو حدیثوں کا انکار کیا تھا)۔ طلوعِ اسلام کے ذریعے سے خلفاءِ اسلام رضی اللہ عنہم کی آواز بلند نہیں ہو رہی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی آواز بلند نہیں ہو رہی۔ صرف اور صرف ابوذر کی آواز بلند ہو رہی ہے۔ ایسا کیوں ہے ؟ یہ اس لئے ہے کہ " ابوذر کے حالات اور تاریخ " میں مزعومہ طور پر کارل مارکس اور انیگلز کی " انسانیت پرور مساعی " کی عملی تکمیل نظر آتی ہے۔ پس طلوعِ اسلام والے دراصل اشتراکیت کے علمبردار ہیں۔ اشتراکیت کے داعی اور منادی ہیں۔ اشتراکیت کی آواز بلند کرنے والے ہیں۔ پاکستان میں حضرت ابوذرؓ کا نام لے کر کارل مارکس اور انیگلز کے " بے مثال علاج " کا پروپیگنڈا کرنے والے ہیں۔ کارل مارکس اور انیگلز کی " انسانیت پرور مساعی " کا ڈھنڈورا پیٹنے والے ہیں۔ ان حالات میں کونسا بے سمجھ اور بے بصیرت انسان ہے جو ہمارے اس دعویٰ کا انکار کر سکے کہ طلوعِ اسلام والے اسلام کے نام سے پاکستان میں اشتراکیت کے جراثیم پھیلا رہے ہیں ؟ کیا آپ اشتراکیت کے ہوشیار مبلغوں سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ پاکستان ایسے مذہبی اسلامی ملک میں اشتراکی خیالات کے پھیلانے کے لئے غیر مذہبی اور غیر اسلامی نام اختیار کرتے ؟ انہوں نے طلوعِ اشتراکیت کے لئے طلوعِ اسلام نام رکھ لیا۔ یہی طریق ہے جو اشتراکیت کے ہراول دستے ہر ملک اور ہر قوم میں اختیار کر رہے ہیں۔

اے درد مند پاکستانی مسلمان بھائیو! ہم آپ کے سامنے حقیقت کو واشگاف کر رہے ہیں۔ آپ خود غور کر کے اندازہ فرمالیں کہ اسلام کی حفاظت اور قرآنی شریعت کی صیانت کے سلسلے میں آپ کا کیا فرض ہے ؟ وما علینا الا البلاغ المبین ٭

بہائیت کے متعلق سوالات

بہائی لوگ وسوسہ اندازی کیلئے بعض سوالات کرتے ہیں چونکہ یہ لوگ عام طور پر اپنی اصل کتابیں چھپاتے ہیں اسلئے بعض لوگ انکے سوالات سے حیران ہو جاتے ہیں۔ آپ بہائیوں کے جملہ سوالات ادارہ الفرقان کو بھجوا کر ان کے جواب رسالہ الفرقان میں پڑھ سکتے ہیں ——— (ایڈیٹر)

مودودی پارٹی کا اصل خاکہ

از قلم مولانا راغب احسن صاحب ایم۔ اے نائب صدر جمعیۃ العلماء پاکستان ڈھاکہ

{روزنامہ نوائے وقت" لاہور کی اشاعت مورخہ جنوری ۱۹۵۸ء میں مولانا راغب احسن صاحب ایم۔اے نے ایک مبسوط مضمون میں مولانا مودودی کی مودودی پارٹی کا خاکہ مندرجہ ذیل الفاظ میں پیش فرمایا ہے۔ (ایڈیٹر)}

"مودودی پارٹی رابطۂ اُمت کی منکر اور سوادِ اُمت و جمہوریت کی مخالف ہے۔ تملیک قومی Nationalization کی ہر نوع کو حرام بتاتی ہے اور اپنے مخصوص مزعومات کو اسلام اور اسلامی نام دیکر دین کو بہت نقصان پہنچا رہی ہے۔

مودودیت روحانیت اور طریقت کی مخالف ہے اور اسلام کو ایک سیاسی پارٹی خیال کرتی ہے۔ اور مودودی جماعت بھی دراصل ایک پارٹی ہی ہے اور بس۔

مودودی پارٹی نے پہلے بڑے شد و مد سے الیکشن، جمہوریت اور جمہوری قانون سازی کو غیر اسلامی اور باطل قرار دیا۔ لیکن چند ہی سال کے بعد ایک نہ ایک حیلہ کے ساتھ الیکشن کے لئے اپنے امیدوار کھڑے کئے۔

مودودی پارٹی خوارج کی طرح حکومت الہیہ تھیاکراسی Theocracy کی قائل اور حاکمیت الٰہی خدائی ساورینٹی Divine Sovereignty کی داعی ہے اور کسی انسان کے لئے حقِ حکومت اور حقِ تعیین Legislative power تسلیم نہیں کرتی۔ اللہ کو ایک قہرمان حاکم کے سوا معبودِ مطلق و محبوبِ کل ربّ العالمین نہیں مانتی۔

مودودی پارٹی زیادہ تر ایک ادبی اور فلسفیانہ سوفسطائی تحریک ہے۔

جس کا بڑا کام ایک خاص قسم کا لٹریچر پیدا کرنا اور بیچنا ہے۔ یہ پارٹی عوام اور عمل سے کم واسطہ رکھتی ہے۔

مودودیت تمام تر "دماغ" کی پیداوار معلوم ہوتی ہے جس میں سوزِ دروں اور دردِ دل کا ایک ذرّہ بھی محسوس نہیں ہوتا۔

مودودی پارٹی نے اپنے پیشرو خوارج کی طرح کبھی جہاد و قتال نہیں کیا۔ بلکہ ان کا سارا زور مسلمانوں کے خلاف صرف ہو رہا ہے۔

مودودی پارٹی سے چوٹی کے علماء، محققین، فضلاء، مجتہدین اور یونیورسٹی اور جامعات کے اعلیٰ ذہین طبقات الگ ہیں۔

مودودی پارٹی عموماً ملوک و سلاطین، جاگیرداروں، زمینداروں اور سرمایہ داروں کی حامی رہی ہے اور تمام انواع کی جمہوریت اور سوشل ازم کی مخالفت کرتی ہے اور ملحدانہ کمیونزم اور مصلحانہ و معتدل سوشلزم میں کچھ بھی فرق نہیں مانتی۔ قومی تملیک *Nationalization* کی ہر قسم کو ہر حال میں حرام بتاتی ہے۔

مودودی پارٹی بہت زیادہ قدامت پسند، تنگ خیال اور جامد ہے۔ اور ایسے امور میں بھی تشدّد اور غلو کرتی ہے جہاں شریعت نے آسانی اور آزادی کو راہ دی ہے۔

مودودی پارٹی کا اصل سرمایہ یورپین طریقۂ پروپاگنڈا، اشتہار بازی، ریا و نمائش ہے"۔

تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ کے بعد اعتراف

احمدی مسلمان ہیں

اہلحدیث عالم جناب مولانا محی الدین صاحب لکھوی ایم ایل اے کا تازہ اعلان

اہلحدیثوں کے ہفت روزہ اخبار الاعتصام لاہور میں لکھا ہے کہ:-

"پنجاب کے مشہور اہل حدیث خاندان کے چشم و چراغ مولانا محی الدین صاحب لکھوی ایم۔ایل۔اے آجکل تحصیل چونیاں ضلع لاہور کا دورہ فرما رہے ہیں۔"

اس دورہ کے حالات کے ضمن میں لکھا ہے کہ مولانا موصوف نے تقریر میں فرمایا:-

"ہر وہ شخص جو پنجگانہ نماز ادا کرتا ہے مسلمان ہے۔ خواہ وہ کوئی بھی عقیدہ رکھتا ہو۔ مولانا نے کہا کہ تحقیقاتی عدالت میں کسی عالم دین کو مسلمان کی تعریف کرنا نہیں آئی۔ حالانکہ حدیث کی رُو سے مسلمان وہ ہے جو حدیث مَنْ صَلّٰی صَلٰوتَنَا وَ اسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَ أَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا پر عامل ہے۔ اِس موقع پر انہوں نے تمام علماء کو جاہل قرار دیا۔ ایک شخص نے اُٹھ کر کہا کہ قادیانیوں کے بارے میں جناب کا کیا خیال ہے جبکہ وہ اِس حدیث پر بھی عامل ہیں؟ مولانا نے فوراً جواب دیا کہ وہ مسلمان ہیں۔"

(الاعتصام لاہور ۲۶ نومبر ۱۹۵۴ء)

اسلام کا موعود کون ہے بانی بہائیت یا بانی احمدیت؟

(جناب مولوی عبدالکریم صاحب پشاور)

ایک مجلس میں ایک معزز غیر احمدی دوست نے ایک بہائی کی موجودگی میں مجھ پر یہ سوال کیا کہ بانی سلسلہ احمدیہ سے پہلے بہاء اللہ نے موعود کل ادیان ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ ہم کس طرح معلوم کر سکتے ہیں کہ دونوں میں سے سچا کون ہے؟ میں نے کہا کہ آئندہ اتوار کو میں حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کے متعلق ایک مضمون لکھ کر لاؤں گا۔ یہ بہائی صاحب بہاء اللہ کی صداقت پر مضمون لکھ کر لے آئیں۔ پھر آپ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ دونوں میں سے سچا کون ہے۔ خاکسار نے جو مضمون لکھا تھا وہ چھپنے کی غرض سے کچھ ترمیم کے ساتھ ارسال خدمت ہے۔

سوال مذکورہ بالا کا جواب سمجھنے کے لئے پہلے تین امور حل طلب ہیں۔

(۱) کیا قرآن مجید نے کہیں یہ خبر دی ہے کہ آخری زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات کسی پیکر انسانی کے ذریعہ جلوہ گر ہوگی؟

(۲) اور وہ بحیثیت مستقل رسول دنیا میں ایک "دین جدید" پیش کرے گا اور قرآن اور دین اسلام کو منسوخ قرار دے گا؟

(۳) یا از روئے قرآن مجید ایک ایسا رسول ہوگا جو دین اسلام کا تابع ہوگا اور خادم قرآن ہوگا جو سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے مقام نبوت حاصل کرے گا؟

اوّل | جن لوگوں کو قرآنی علوم سے کچھ بھی واقفیت ہے وہ جانتے ہیں کہ قرآن نے جس قدر توحید الٰہی پر زور دیا ہے اور انسان پرستی کی مذمت فرمائی ہے دنیا میں کسی الہامی کتاب میں اس کی نظیر ہرگز نہیں پائی جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف مشرکین کو بلکہ یہود و نصاریٰ کو بھی جو کتب الہامیہ کے حامل تھے ملامت کی ہے کہ انہوں نے اپنے اپنے پیغمبروں کو الٰہ اور خدا تعالیٰ کے فرزند قرار دیا ہے۔ فرمایا:۔

قالت الیھود عزیرٌ ابن اللہ وقالت النصاریٰ المسیحُ ابنُ اللہ ذٰلک قولھم بافواھھم یُضاھؤن قول الذین کفروا من قبلُ قاتلھم اللہ انّٰی یؤفکون۔ (۹ : ۳۰)

یعنی یہودیوں نے عزیر کو اور عیسائیوں نے مسیح ابن مریم کو اللہ کے فرزند قرار دیا۔ یہ صرف ان کے منہ کی باتیں ہیں جو پہلے کافروں کی ریس کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہلاکت ہے۔ کیسے بہکے جا رہے ہیں۔"

نیز فرمایا کہ کسی بشر کے لئے لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو کتاب و حکومت اور نبوت عطا فرمائے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ میری عبادت کرو سوائے اللہ کے۔ فرمایا:۔

ماکان لبشرٍ ان یؤتیہ اللہ الکتب

والحکمۃ والنبوۃ ثم یقول
للناس کونوا عباداً لی من
دون اللہ ۔ (۳ : ۷۹)

پھر یہاں تک فرمایا کہ اگر کوئی ان رسولوں میں سے یہ کہے کہ میں اِلٰہ ہوں تو اس کی سزا جہنم ہے۔ فرمایا:۔

ومن یقل منھم اِنّی اِلٰہٌ من دونہٖ
فذٰلک نجزیہ جھنّم ؕ کذٰلک
نجزی الظالمین۔ (۲۱ : ۲۹)

اصل حقیقت یہ ہے کہ "دینِ بہائی" موجودہ عیسائیت کی ریس کرتے ہوئے اپنے نظریات ہو بہو اسی رنگ میں پیش کرتا ہے جس طرح کہ پادری حضرت مسیح علیہ السلام کو دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ میں یہ بات بطور الزام کے نہیں کہتا بلکہ اہلِ بہاء کو خود اِس بات کا اقرار ہے۔ "عصرِ جدید" اردو کے صفحہ ۲۶۴ پر لکھا ہے :۔

"واضح ہو کہ مسیحیت کے اصول اور حضرت
بہاء اللہ کے احکام بالکل یکساں ہیں اور
ان کے طریق بھی ایک سے ہیں"

یہی وجہ ہے کہ جس طرح عیسائی حضرت مسیح کو کامل انسان اور کامل خدا تسلیم کرتے ہیں اسی طرح اہلِ بہاء یقین کرتے ہیں کہ "بہاء اللہ" بھی اِلٰہ اور ربوبیتِ عظمیٰ کے تخت پر جلوہ گر تھا۔ حضرت مسیح ابن مریم کی نسبت پادری برکت اللہ صاحب لکھتے ہیں :۔

"انسانِ کامل اور مظہرِ جامع صرف وہی
شخص ہو سکتا ہے جو کامل انسان اور کامل
خدا ہو۔ صفاتِ قدیمہ الٰہیہ اور صفاتِ
ممکنہ انسانیہ سے متصف ہو۔ کیا اہلِ اسلام
آنحضرتؐ میں ان صفات کا وجود مانتے ہیں؟
ہرگز نہیں۔ کیونکہ نبیٔ اسلام کو منفرد ذاتِ
خدا قرار دینا اسلام کو بدلنا ہے۔ لیکن
ربنا المسیح ان تمام صفات سے متصف
ہے" (مسیحیت کی عالمگیری صفحہ ۱۲۹)

پادری برکت اللہ صاحب نے جن خیالات کا اظہار مسیح ابن مریم کی نسبت کیا ہے بعینہٖ "بہاء اللہ" نے خود اپنی نسبت اپنی کتاب "کشف الواح" میں اپنی امور کا دعویٰ کیا ہے۔ لکھتے ہیں :۔

"خدا کی قسم اگر حضرت مبشر (باب)
اِس امر کی بشارت نہ دیتے تو یہ مظلوم
ایسی بات ہرگز زبان سے نہ نکالتا جو
جاہلوں کے اضطراب اور ان کی ہلاکت
کا سبب بن رہی ہے۔ وہ بیان (یعنی
کتاب البیان) کے شروع میں اس شخص
کے ذکر میں فرماتے ہیں۔ جسے خدا ظاہر
کریگا: وہ ایسا ہوگا جو ہر شان میں کہیگا
بے شک میں ہی خدا ہوں میرے سوا
کوئی معبود نہیں۔ میں ہر شئی کا پروردگار
ہوں۔ اور میرے سوا ہر چیز میری
مخلوق ہے۔ اے میری مخلوق میری
عبادت کر" (کشف الواح اردو صفحہ ۴)

اور ساتھ ہی بہاء اللہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ مبشر نے دوسری جگہ میری نسبت کہا ہے کہ :۔

وہ "کہیگا کچھ شک نہیں کہ میں پہلا بندہ
ہوں" (کشف الواح اردو صفحہ ۴)

الغرض بہائیت ہمارے سامنے وہی عیسائیت والا گورکھ دھندا پیش کرتی ہے کہ مسیح انسانِ کامل بھی ہے اور کامل خدا بھی۔

کوئی شخص یہ خیال نہ کرے کہ بہاء اللہ نے تو صرف اپنے مبشر کی پیشگوئی کا ذکر کیا ہے خود تو اس نے الوہیت کا دعویٰ نہیں کیا کیونکہ بہاء اللہ نے صاف

واشگاف الفاظ میں دعویٰ الوہیت کیا ہے اور اس کے پیرو عیسائیوں کو اس خیال میں حق بجانب تسلیم کرتے ہیں۔ جو انہوں نے مسیح کی آمد کو انسانی پیکر میں خدا تعالیٰ کی آمد تسلیم کیا ہے۔ جیسا کہ عصر جدید کے مصنف نے لکھا ہے کہ:۔

"حضرت عیسیٰ ایک وسیلہ تھے اور عیسائیوں نے آپ کی آمد (یعنی ظہور کو) خدا تعالیٰ کی آمد یقین کرنے میں بالکل صحیح رویہ اختیار کیا۔

..... بہاء اللہ فرماتے ہیں رب الافواج ابدی باپ کی آمد جو تمام انبیاء کے بیانات کے مطابق آخری زمانہ میں واقع ہوگی اس سے مراد سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ خدا انسانی شکل میں منصۂ شہود پر ظاہر ہوگا جس طرح اس نے اپنے آپ کو یسوع ناصری کی ہیکل کے ذریعہ ظاہر کیا۔"

(کتاب عصر جدید اردو ص۲۸۰، ۲۸۱)

چنانچہ بہاء اللہ نے کتاب اقدس میں لکھا ہے:۔

(۱) یاملاء الانشاء اسمعوا نداء مالک الاسماء انّه ینادیکم من شطر سجنه الاعظم انّهٗ لا اله الّا انا المقتدر المتکبر المسخر المتعال العلیم الحکیم۔ یعنی اے میری مخلوق کے سردارو! مالک الاسماء کی آواز کو سنو۔ وہ تمہیں بڑے قیدخانہ کی طرف سے پکار رہا ہے کہ کوئی خدا نہیں میرے سوا جو مقتدر اور کبریائی اور بلند شان والا ہے اور علیم و حکیم ہے۔" (اقدس ص۲۸۲)

(۲) یااهل الارض اذا غربت شمس جمالی و سترت هیکلی لاتضطربوا قوموا علیٰ نصرة امری وارتفاع کلمتی بین العالمین۔ انا معکم فی کلّ الاحوال وننصرکم بالحق اناکنّا قادرین"

(اقدس ص۵۵ و ص۵۶)

نیز اپنی کتاب مبین کے ص۲۸۶ پر لکھا کہ:۔

"لا الٰه الّا انا المسجون الفرید"

یعنی میں جو اکیلا جیل میں ہوں اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔

مجموعہ اقدس میں لکھا ہے کہ:۔

"والذی ینطق فی السجن الاعظم انّه لخالق الاشیاء موجد الاسماء قد حمل البلایا لاحیاء العالم۔ یعنی وہ جو عکہ کے بڑے جیل خانہ میں سے بول رہا ہے یقیناً وہ تمام چیزوں کا خالق ہے اور تمام اسماء کا مالک ہے اس نے دنیا کی زندگی کے لئے تمام مصائب برداشت کئے ہیں (ص۲۲۵)

یہی وجہ ہے کہ اہل بہاء "بہاء اللہ" کو عبادت الٰہی میں شریک کرتے ہیں۔ چنانچہ عصر جدید اردو کے ص۱۲۷، ۱۲۸ پر لکھا ہے کہ:۔

"اس شخص کی مثال جو خدا کی اسکے ظہور (یعنی بہاء اللہ) کے بغیر پرستش کرنا چاہتا ہے اس شخص کی مانند ہے جو اندھیری کوٹھڑی میں رہ کر اپنے تصور کے ذریعہ آفتاب کی دھوپ کے مزے اڑانے کی کوشش کرتا ہے"

اہل بہاء "بہاء اللہ" کی وفات کے بعد بھی اس کی قبر کی پرستش کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک بہائی شاعر کی نظم دیوانِ نوش میں درج ہے ؎

جز خاکِ آستان تو مسجودِ خلق نیست ٭ اے سجدہ گاہ جان و دل و هُنہ ابھی
اے مقصد و مقصودِ دل و هُنہ ابھی ٭ اے معبد و معبودِ جہان و هُنہ ابھی

—— اس شرک کی تاویل اہل بہاء یہی کرتے ہیں جو مشرکین عرب

کرتے تھے۔ انہوں نے کہا تھا ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ کہ ہم ان (یعنی ان ہستیوں کی جن کے بُت بنے ہوئے ہیں) کی پرستش نہیں کرتے مگر اسلئے کہ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں۔ چنانچہ مصنف عصر جدید نے بھی بہائی مشرکانہ تعلیم کی یہی تاویل کی ہے لکھا ہے:۔

"بہائی بہاء اللہ کی انسانی شخصیت کی
پُوجا نہیں کرتے بلکہ اس بہاء یا جلال الٰہی کی پرستش
کرتے ہیں جو آپ کی شخصیت کے ذریعہ ظاہر
ہوا ہے" (صـ۲۰۱)

الغرض موجودہ بہائیت کی تعلیم سراسر مشرکانہ ہے جو ان نصاریٰ کے دین کی نقل ہے جو از روئے قرآن کریم سراسر گمراہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

(۱) لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو
المسیح ابن مریم ط وقال
المسیح یا بنی اسرائیل اعبدوا اللہ
ربی وربکم ط انہ من یشرک
باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ
وماوٰہ النار ط وما للظٰلمین من
انصار۔

(۲) لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث
ثلٰثۃ وما من الٰہ الا الٰہ واحد ط
وان لم ینتھوا عما یقولون
لیمسن الذین کفروا منھم عذاب
الیم۔ (۵ : ۷۳)

پس ایسا شخص قرآن اور دین اسلام کا ہرگز موعود نہیں ہوسکتا جو کھلی کھلی مشرکانہ اور انسان پرستی کی تعلیم دینے والا ہو۔

دوم | قرآن مجید نے ہرگز اس قسم کی خبر یا کوئی اشارہ نہیں کیا جس سے ثابت ہوسکے کہ دین اسلام اور قرآن کسی زمانہ میں بالکل منسوخ ہوجائے گا اور کوئی ایسا رسول دنیا میں آئے گا جو "دین جدید" کا بانی ہوگا اور دین اسلام کو منسوخ قرار دیگا کیونکہ دین جدید کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے کہ جب پہلا دین ضروریات زمانہ کے لئے کافی نہ ہو یعنی ایسے نئے مسائل اور نظریات نکل آئیں کہ پہلی کتاب مسائل کے حل کرنے سے عاجز ہوجائے۔ یا وہ کتاب اپنی اصل حالت پر قائم نہ رہی ہو۔ لوگوں نے اس میں تغیر و تبدل کردیا ہو۔

قرآن مجید کے متعلق یہ دونوں احتمال غلط ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ خود اللہ تعالے نے فرمایا ہے۔ فرماتا ہے:۔

(۱) اِنّا نحنُ نزّلنا الذکر و اِنّا لہٗ
لحافظون۔

(۲) بل ھو قرآنٌ مجیدٌ فی لوحٍ محفوظٍ۔

واقعہ یہ ہے کہ آج اس دعویٰ پر قریباً چودہ سو سال گذر لئے کو ہیں قرآن مجید میں کوئی شخص زیر وزیر بلکہ ایک شوشہ کی تبدیلی ثابت نہیں کرسکتا اور نہ ہی دنیا باوجود انتقدر ترقی کرنے کے کوئی ایسا سوال پیش کرسکی ہے جس کا حل قرآن مجید پیش نہ کرسکا ہو اور نہ ہی ایسی کوئی تعلیم پیش کرسکی جو قرآنی تعلیم سے اعلیٰ ہو۔ اور وہ پیش بھی کس طرح کرسکتی تھی جبکہ اللہ تعالے نے پہلے ہی فرمادیا تھا کہ دین اسلام اکمل ترین دین ہے۔ (۵ : ۳)

اس میں کسی قسم کی الجھن اور کجی نہیں۔ یہ کتاب ناقابل منسوخ ہے (۱۸ : ۱) اس میں تمام دائمی تعلیمات پاکیزہ صورت میں جمع ہیں (۹۸ : ۲، ۳) اور اس کتاب کے پیش کردہ نظریات کو نہ علوم قدیمہ اور نہ علوم جدیدہ بیکار اور بیہودہ ثابت کرسکتے ہیں (۴۱ : ۴۲) اس کتاب کی مثل سب جن و انس مل کر بھی ہرگز کسی زمانہ میں لا نہیں سکیں گے (۱۷ :) اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کے لئے دین

اسلام ہی قابلِ عمل ہے (۳:۱۹) جو شخص دینِ اسلام کے سوا کسی اور دین کا متلاشی ہوگا وہ ہرگز ہرگز نجات نہ پائیگا اور آخرت میں خسارہ پائیگا کیونکہ دینِ اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین قبول نہ ہوگا (۳:۸۵)

الغرض قرآن مجید نے آج سے قریباً چودہ سو سال پہلے ہی فیصلہ کر دیا کہ آئندہ کوئی ایسا رسول دُنیا میں آنیوالا نہیں جو شریعتِ جدیدہ کا حامل ہو اور قرآن کو منسوخ کرنے والا ہو۔ بہائی کہتے ہیں کہ پہلے زمانوں میں بھی لوگوں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ آئندہ کوئی رسول نہ آئیگا مگر رسول بھی آئے اور شریعتیں بھی نازل ہوئیں۔ اِسکا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی کتاب کے بعد حضرت عیسیٰؑ تک جس قدر انبیاء آئے وہ تابع توریت تھے۔ البتہ توریت اور انجیل نے یہ خبر دی تھی کہ آئندہ ایک صاحبِ شریعت رسول آنے والا ہے جو جلالی ہوگا (استثناء ۳۳/۲) اور سچائی کی ساری راہیں بتانے والا ہوگا (یوحنا —) سوال لوگوں کے کہنے کا نہیں بلکہ یہ ہے کہ کیا قرآن مجید نے کسی جگہ یہ اشارہ کیا ہے کہ آخری زمانہ میں ایک ایسا موعود آنے والا ہے جو دینِ اسلام کو منسوخ کر دیگا؟ اور دُنیا کے سامنے ایک جدید دین پیش کریگا؟ اور یہ کہنا کہ ہر رسول صاحبِ شریعتِ جدیدہ ہوتا ہے بالکل غلط ہے کیونکہ حضرت موسیٰؑ کے بعد حضرت عیسیٰؑ تک جس قدر انبیاء آئے وہ تابعِ توریت تھے اور شریعتِ موسوی کے پابند تھے جیسا کہ توریت اور صحفِ انبیاء و انجیل سے ثابت ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یشوع کو شریعتِ موسوی کی پابندی کا حکم دیا (یشوعا کی کتاب ۱/۷) اور یشوع نے اس حکم کی پابندی کی (۱۱/۱۵)

حضرت داؤدؑ جن کی کہ اپنی کتاب زبور بھی تھی اور ان کے بیٹے سلیمانؑ کی کتاب غزل الغزلات بھی تھی۔ وہ حضرت سلیمانؑ کو کہتے ہیں کہ تو تب اقبال مند ہوگا کہ جب ان آئین و قوانین کی پیروی کریگا جو موسیٰؑ کے ذریعہ خدا نے دیئے ہیں۔ (۱۔ تواریخ ۲۲/۱۳)

بائبل کا آخری صحیفہ جو ملاکی نبی کا ہے اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے ملاکی نبی کو نصیحت فرمائی کہ تو میرے بندے حضرت موسیٰؑ کی شریعت یعنی فرائض و احکام پر عمل کر۔ (ملاکی کی کتاب ۴/۴)

حضرت مسیحؑ نے فرمایا کہ میں توریت اور انبیاء کے صحف کو منسوخ کرنے نہیں آیا (متی ۵/۱۷) اور حواریوں کو کہا کہ فقیہہ اور فریسی جو کام کرنے کو بتائیں وہ کرو مگر جو وہ کرتے ہیں وہ نہ کرو۔ کیونکہ ان کا عمل انکے قول کے خلاف ہے (متی ۲۳/۲) پس جس طرح توریت حضرت موسیٰؑ کے بعد حضرت عیسیٰؑ تک واجب العمل تھی اسی طرح قرآن مجید کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں منسوخ ہونے کی ہرگز کوئی خبر قرآن و حدیث میں نہیں پائی جاتی۔ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں مسیح موعود ہوں اور قرآن مجید کو اور شریعتِ اسلام کو منسوخ قرار دیتا ہے وہ ہرگز اسلام و قرآن کا موعود نہیں ہو سکتا۔

بہائی کہتے ہیں کہ دینِ اسلام تو سب انبیاء کا دین ہے اور ہم تو قرآن کو منسوخ قرار نہیں دیتے (حالانکہ یہ ایک دھوکہ ہے) اس میں کوئی شک نہیں کہ معنیً سب انبیاء کے دین در اصل اسلام ہی تھے مگر ایک دین کی خبر جو ایک نئے نام سے موسوم ہونے والا تھا پہلے صحائف میں بھی اور قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر پایا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:-

وماجعل علیکم فی الدین من حرجؕ
ملّۃ ابیکم ابراھیمؕ ھو سمّٰکم
المسلمین ۵ من قبل وفی ھٰذا
لیکون الرسول علیکم شھیداً

وتکونوا شہداء علی الناس۔ (۲۲:)

اور پہلی کتابوں میں بھی لکھا تھا جیسا کہ قرآن مجید نے من قبل کے الفاظ میں اشارہ فرمایا ہے۔ چنانچہ یسعیاہ ۶۵ میں لکھا ہے:۔

"میں ان کو ابدی نام (مسلمان) دوں گا جو مٹایا نہ جائے گا۔ اور بیگانہ کی اولاد (یعنی نسل ابراہیم کے علاوہ دوسری قومیں جو اس دین میں داخل ہوں گی) بھی جنہوں نے اپنے آپ کو خداوند کے نام (اسلام) سے پیوستہ کیا ہے اس کی خدمت کریں۔"

پس یہ ابدی نام جو ہرگز نہ مٹایا جائے گا وہ اسلام ہی ہے۔ اس کو مٹا کر کوئی دین جدید (جو دین بہائی کہلائے) ہرگز قابلِ قبول نہ ہوگا۔

سوم قرآن مجید نے اور احادیث نے جس موعود کی خبر دی ہے وہ ایک اُمتی فرد ہوگا جس کو سیدنا نبی کریمؐ کی اطاعت اور کمال فیضان کی وجہ سے مقامِ نبوت عطا کیا جائے گا۔ جیسا کہ ذیل کی تصریحات سے ثابت ہے:۔

(۱) یا بنی آدم اما یأتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیٰتی فمن اتقٰی واصلح فلا خوف علیہم ولا ہم یحزنون (۳۵:۷)

یقصون کے لفظ سے ثابت ہے کہ سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والے انبیاء اور رسول صرف احکامِ قرآن کو بیان کرنے والے ہوں گے نہ اپنی طرف سے احکامِ جدیدہ پیش کرنے والے۔ کیونکہ اسلوبِ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ لفظ قصص صرف ایک پرانے واقعہ کو بیان کرنے کے معنوں میں قرآن مجید میں عموماً استعمال ہوا ہے جیسا کہ سورۃ یوسف اور سورۃ کہف کی آیات سے ثابت ہے۔ فرمایا:۔

نحن نقص علیک احسن القصص (۳:۱۲)

نحن نقص علیک نبأہم بالحق (۱۳:۱۸)

حضرت یوسف کا واقعہ اور اصحابِ کہف کے واقعات پُرانے ہی تھے، کوئی نئے واقعات نہ تھے جو وقوع میں آنے والے تھے۔ اسلئے جہاں قرآن مجید نے مومنوں کو مخاطب کر کے بعض احکام دیئے ہیں وہاں رسولوں کے لئے (جو آئندہ آنے والے تھے) بھی احکام درج ہیں۔ جیسا کہ فرمایا:۔

(۲) یا ایہا الرسل کلوا من الطیبٰت واعملوا صالحاً انی بما تعملون علیم۔ (۲۳/۵۲)

یعنی اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک اعمال بجا لاؤ! اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والے رسول خود شریعتِ جدیدہ کے حامل ہونے والے تھے تو ان کو قرآن مجید کے ذریعہ خطاب کیوں کیا گیا؟ جیسا کہ مومنوں کو قرآن مجید نے مخاطب کر کے فرمایا:۔

یا ایہا الذین اٰمنوا لا تحرموا طیبٰت ما احل اللہ لکم ...
...... وکلوا مما رزقکم اللہ حلالاً طیباً واتقوا اللہ الذی انتم بہ مؤمنون (۵: ۸۸، ۸۹)

(۳) تیسری بات قرآن مجید نے یہ بتائی ہے کہ آئندہ انعامِ نبوت صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والوں کو ملیگا۔ جو لوگ اُمتِ محمدیہ میں سے نہ ہوں گے وہ ہرگز کسی قسم کے روحانی انعام کے وارث نہ ہونگے۔ جیسا کہ فرمایا:۔

ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک

مع الذین انعم اللہ علیہم من
النبیین والصدیقین والشہداء
والصالحین ۔ (۴ : ۷۰)

یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں میں سے ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا تھا۔ یعنی نبی، صدیق، شہید، اور صالح۔

نیز قرآن مجید نے فرمایا ہے کہ آئندہ محبوبِ خدا بننے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے کہ وہ لوگ اس رسولؐ کی تابعداری کرنے والے ہوں۔

(۴) آنے والے نبی اور رسول بحیثیت خلیفۃ الرسول کے ہوں گے۔ فرمایا:۔

وعد اللہ الذین آمنوا منکم
وعملوا الصلحت لیستخلفنھم
فی الارض کما استخلف الذین
من قبلھم ولیمکنن لھم
دینھم الذی ارتضی لھم و
لیبدلنھم من بعد خوفھم
امنا ۔ (۲۴ : ۵۶)

اللہ تعالیٰ وعدہ کرتا ہے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور اعمال صالح بجا لائے کہ ان کو ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے خلیفے بنائے۔ اور ان کے اس دین کو طاقت و قوت عطا کرے گا جو (مومنوں) کے لئے پسند کیا (ورضیت لکم الاسلام دیناً)

آیت مذکورہ بالا سے صاف ظاہر ہے کہ اُمتِ محمدؐ کے آئندہ خلفاء دینِ اسلام کے محافظ اور خادم ہوں گے جس طرح انبیاء بنی اسرائیل شریعتِ موسویہ اور توریت کے احکام کے پابند اور خادم تھے۔

(۵) آنے والا موعود بروزی رنگ میں سیدنا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ ثانی کا مصداق ہوگا جیسا کہ سورۃ جمعہ کی آیت واخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم سے ظاہر ہے اسی لئے سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہدی کے متعلق فرمایا کہ وہ خَلق اور خُلق میں میرے ہمرنگ ہوگا۔

(۶) آخری زمانہ کے موعود کے متعلق قرآن مجید کی آیت ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون میں خبر دی گئی ہے۔ اور غلبۂ دینِ حق کا مفسرین کے قول کے مطابق مسیح موعود کے زمانہ میں ہوگا اور دینِ حق کا غلبہ مادی سامانوں سے نہ ہوگا بلکہ دلائل و براہین اور روحانیت کے رو سے ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیی
من حی عن بینۃ وان اللہ لسمیع
علیم ۔ (۸ : ۴۳)

یعنی ہلاک ہو وہ جو دلائل و نشانات سے ہلاک ہوا اور زندہ ہو وہ جو دلائل و نشانات سے زندہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

احادیث میں بھی سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے موعود کا جو پروگرام مقرر کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ وہ کسرِ صلیب کرے گا (یعنی دینِ نصرانیت کا ابطال کرے گا) اور خنزیر کو قتل کرے گا اور جزیہ کو موقوف کرے گا۔ ویدعو الناس الی الاسلام وتھلک فی زمانہ الملل کلھا الا الاسلام ۔۔۔۔ ثم یتوفی و یصلی علیہ المسلمون رواہ احمد عن ابو ہریرۃ (کنز العمال جلد ۷ ص ۲۰۲) الغرض اسلامی نقطۂ نگاہ سے آنے والا موعود ایک اُمتی فرد ہوگا جو دینِ حق یعنی اسلام کو دنیا کے تمام ادیانِ باطلہ پر عموماً اور دینِ نصرانیت پر خصوصاً دلیل و برہان اور نشاناتِ سماوی کے ذریعہ غالب

کرے گا نہ کہ اسلام کو منسوخ کر کے دینِ جدید پیش کریگا۔

پس "باب" اور "بہاء اللہ" ان تمام تصریحات کے مطابق ہرگز اسلامی نقطۂ نگاہ سے وہ موعود نہیں ہیں جسکی خبر قرآن و حدیث نے دی ہے کیونکہ انہوں نے اسلام کو منسوخ قرار دیا ہے۔ قرآن و حدیث میں آنے والے موعود کا یہ فرض مقرر کیا گیا ہے کہ وہ فتنۂ دجال کو فرو کریگا مگر "بہاء اللہ" نے تمام دجالی فتنوں کی تائید کی ہے۔ مثلاً سود کو حلال قرار دیا۔ بے پردگی، گانا بجانا وغیرہ امور جائز کر دیئے جو تمام بے حیائیوں کی جڑ ہیں۔ اور اپنے ظہور کو ذاتِ الٰہی کا ظہور قرار دیا اور دنیا میں شرک اور انسان پرستی کو از سرِ نو قائم کرنے کی کوشش کی۔ سیدنا نبی کریمؐ نے فتنۂ دجال سے بچنے کے لئے ہدایت فرمائی تھی کہ سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیات اور آخری دس آیات تلاوت کرنیوالا اس کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔ سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیات میں عیسائیت کے اس عقیدہ کی تردید ہے جس کو بہائی لوگ حق بجانب خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وینذر الذین قالوا اتخذ اللہ ولداً۔ مالھم بہ من علم ولا لآبائھم کبرت کلمۃً تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذباً۔ (۱۸: ۵، ۶)

اور سورہ مریم میں اس عقیدہ کو اتنا خطرناک قرار دیا کہ قریب ہے کہ اس عقیدہ سے آسمان پھٹ جائے اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر پڑیں۔ فرمایا:۔

تکاد السمٰوٰت یتفطرن منہ و تنشق الارض و تخر الجبال ھدًا۔ ان دعوا للرحمٰن ولداً۔ وما ینبغی للرحمٰن ان یتخذ ولداً۔ (۱۹: ۸۹، ۹۲)

الغرض بہاء اللہ نے تمام دجالی فتنوں کی تائید کی جس کے استیصال کے لئے مسیح موعود نے آنا تھا۔ اس لئے وہ ہرگز مسیح موعود کی پیشگوئی کا مصداق نہیں تسلیم کیا جاسکتا۔ البتہ مسیح موعود سے پہلے جن وجودوں کے آنے کا ذکر ہے۔ ان میں سے ایک وجود وہ ضرور تھا۔ اسلام کے موعود حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے فیضانِ محمدی سے مقامِ نبوت پر سرفراز فرمایا جنہوں نے تعلیم قرآن کو تمام ادیانِ باطلہ پر غالب کر کے دکھا دیا۔ اور ان تمام خطرات اور باطل تعلیموں کا قلع قمع کر دیا جو اسلام سے نبرد آزما تھیں۔ آپ نے دہریت۔ برہموسماج۔ آریہ سماج۔ بہائیت اور عیسائیت کے خلاف بے نظیر کتابیں تصنیف فرمائیں جو دلائلِ عقلیہ اور نشاناتِ سماویہ سے مملو تھیں۔ اور ایسے شاندار طریقہ سے کسرِ صلیب کی کہ جس کا اقرار ان غیر متعصب لوگوں نے بھی کیا جو سلسلۂ احمدیہ میں شامل نہ تھے۔ اور دنیا میں نیکی اور تقویٰ کی وہ اعلیٰ تعلیم پیش کی جسکی مثال لانے سے دوسرے مذاہب عاجز اور بے دست و پا ہیں۔ اور دجالی فتنوں کا بڑی تفصیل سے ذکر اپنی کتابوں میں درج کر کے اس کی تردید فرمائی۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل اقتباسات سے جو آپ کی کتابوں سے نقل کئے گئے ہیں ثابت ہے۔ حضورؑ نے اپنے دعویٰ کی تائید میں وہی آیات پیش کی ہیں جن آیات کا میں نے ذکر کیا ہے۔ فرمایا:۔

(۱) "اور منجملہ دلائلِ قویہ اور قطعیہ کے جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں جو مسیح موعود اسی امتِ محمدیہ میں سے ہوگا قرآن شریف کی یہ آیت ہے۔ وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم۔ یعنی خدا تعالیٰ ان لوگوں سے جو ایماندار ہیں اور نیک کام کرتے ہیں وعدہ کرتا ہے کہ ان کو زمین پر انہی خلیفوں کی

مانند جو اُن سے پہلے گزر چکے ہیں خلیفے مقرر کرے گا۔"

(۲) "ترحم کے طور پر تمام مسلمانوں کو یہ دُعا سکھلائی گئی کہ تم خدا سے پناہ طلب کرو کہ تم ان یہودیوں کی طرح نہ بن جاؤ جنہوں نے موسوی سلسلہ کے مسیح موعود کو کافر ٹھہرایا تھا اور گالیاں دیتے تھے اور اسکی توہین کرتے تھے۔ اور اس آیت کا دوسرا فقرہ جو ولا الضالین ہے جسکے معنے یہ ہیں کہ ہمیں اے خدائے پروردگار اِس بات سے بچا کہ ہم عیسائی بن جائیں (جیسا کہ بہائی عیسائی نظریات کو اپنانے کی وجہ سے عیسائیت کا مثنیٰ بن گئے ناقل) یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس زمانہ میں جب کہ مسیح موعود ظاہر ہوگا عیسائیوں کا بہت زور ہوگا اور عیسائیت ایک سیلاب کی طرح پھیلے گی اور اس قدر طوفانِ ضلالت زور مارے گا کہ بجز دعا کے اور کوئی چارہ نہ ہوگا۔ اور تثلیث کے واعظ اس قدر مکر کا جال پھیلائیں گے کہ قریب ہوگا۔ کہ راستبازوں کو بھی گمراہ کر دیں۔ لہذا اس دعا کو بھی پہلی دعا (یعنی غیر المغضوب علیھم) کے ساتھ شامل کر دیا گیا۔ اور اسی زمانہ کی طرف اشارہ ہے جو حدیث میں آیا ہے کہ جب تم دجال کو دیکھو تو سورہ کہف کی پہلی آیتیں پڑھو۔۔۔۔۔۔ ان آیتوں سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال سے کس گروہ کو مراد رکھا ہے اور خروج کے لفظ سے اس جگہ مخلوق کو شریک الباری ٹھہرانے سے مراد ہے جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو ٹھہرایا ہے۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۱۱)

(۳) "خدا تعالٰی نے قرآن شریف میں پیشگوئی کے طور پر فرمایا تھا کہ ایک وہ نازک وقت آنے والا ہے کہ قریب ہے کہ تثلیث کے غلبہ کے وقت آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر جائیں۔ یہ سب باتیں ظہور میں آئیں گی اور اس قدر حد سے زیادہ عیسائیت کی دعوت اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تکذیب میں غلو کیا گیا کہ قریب ہے کہ وہ راستباز جو اخلاص کی وجہ سے آسمانی کہلاتے ہیں گمراہ ہو جائیں اور زمین پھٹ جائے یعنی تمام زمینی آدمی بگڑ جائیں اور وہ ثابت قدم لوگ جو جبال راسخہ کے مشابہ ہیں گر جائیں۔ اور قرآن شریف کی وہ آیت جس میں یہ پیشگوئی ہے یہ ہے تکاد السمٰوٰت یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال هدًّا۔۔۔۔ ۔۔۔۔ معنے اس آیت کے یہ بھی ہیں کہ قیامتِ کبریٰ کے قریب عیسائیت کا زمین پر بہت غلبہ ہو جائے گا۔ جیسا کہ آجکل (سنہ ۱۹۰۱ء کے قریب) ظاہر ہو رہا ہے۔ اور اس آیت کریمہ کا منشاء یہ ہے کہ اگر اس فتنہ کے وقت خدا تعالٰی اپنے مسیح کو بھیج کر اصلاح اِس فتنہ کی نہ کرے تو فی الفور قیامت آ جائیگی اور آسمان پھٹ جائیں گے مگر چونکہ باوجود اس قدر عیسائیت کے غلبہ کے اور اس قدر تکذیب کے۔۔۔۔ قیامت نہیں آئی تو یہ دلیل اِس بات

پر ہے کہ خدا نے اپنے بندوں پر رحم کرکے اپنے مسیح کو بھیجدیا ہے کیونکہ ممکن نہیں کہ خدا کا وعدہ جھوٹا نکلے ..... جبکہ دُنیا پر انقلاب عظیم آچکا ہے اور قریباً کل ایسی روحیں جو سچائی سے خدا کو طلب کر سکتیں ہلاک ہوگئیں اسلئے اس زمانہ میں روحانی زندگی دوبارہ قائم کرنے کے لئے ایک جدید آدم کی ضرورت پڑی - اس آدم کی قدر و منزلت اس سے ظاہر ہے کہ وہ آدم ایمان جیسے جوہر کو دوبارہ دنیا میں لانے والا اور زمین کو پلیدی سے صاف کرنے والا ہے - اور اس کی ضرورت اس سے ظاہر ہے کہ اب اسلام اپنے دونوں پہلوؤں اعتقادی اور عملی کے رو سے غربت کی حالت میں ہے - لہذا نبیوں کی تمام پیشگوئیوں کے ظہور کا اب یہ وقت ہے اور آسمانی برکتوں کا انتظار۔" (تحفہ گولڑویہ ص۱۸۶)

(۴) حضورؑ نے اپنی بعثت کا جو مقصد لیکچر لاہور میں بیان فرمایا وہ یہ ہے کہ :-

"وہ کام جس کے لئے مَیں بھیجا گیا ہوں وہ یہ ہے کہ خدا اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقع ہوگئی ہے اسکو دُور کرکے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں ..... اور وہ دینی سچائیاں جو دنیا کی آنکھ سے مخفی ہوگئی ہیں ان کو ظاہر کردوں - اور وہ روحانیت جو نفسانی تاریکیوں میں دب گئی تھی اس کا نمونہ دکھاؤں - اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر قسم کے شرک کی آمیزش سے خالی ہے جو اب دنیا سے نابود ہوچکی ہے اس کو دوبارہ قائم کرکے قوم میں اس کا دائمی پودا لگا دوں - اور یہ سب کچھ میری قوت سے نہ ہوگا بلکہ اس خدا کی قوت سے ہوگا جو زمین و آسمان کا خدا ہے۔"

(لیکچر لاہور ص۴۲)

(۵) کتاب البریہ میں تحریر فرمایا ہے :-

"خدا تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے تا مَیں اس خطرناک حالت کی اصلاح کروں اور لوگوں کو خالص توحید کی راہ بتاؤں - چنانچہ مَیں نے سب کچھ بتا دیا - اور نیز مَیں اسلئے بھیجا گیا ہوں کہ ہر قوم کی ایمانی حالت کمزور ہوگئی ہے - عالمِ آخرت ایک افسانہ سمجھا جاتا ہے اور ہر ایک انسان اپنی حالت سے بتا رہا ہے کہ وہ جیسا کہ وہ یقین دنیا اور دنیا کی جاہ و مرتبت پر رکھتا ہے اور جیسا کہ اس کو بھروسہ دنیاوی اسباب پر ہے وہ یقین اور بھروسہ ہرگز خدا تعالیٰ اور عالمِ آخرت پر اس کو نہیں - زبانوں پر بہت کچھ ہے مگر دلوں میں دنیا کی محبت ہے - حضرت مسیحؑ نے اسی حالت میں یہود کو پایا تھا اور جیسا کہ ضعفِ ایمان کا خاصہ ہے اخلاقی حالت بہت خراب ہوگئی تھی اور خدا کی محبت ٹھنڈی ہوگئی تھی - اور اب میرے زمانہ میں بھی یہی حالت ہے - سو مَیں بھیجا گیا ہوں تا کہ سچائی اور ایمان کا زمانہ پھر آوے اور دلوں میں تقویٰ پیدا ہو - سو یہی افعال میرے وجود کی علتِ غائی ہیں۔" (کتاب البریہ ص۲۵۶)

(۶) سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ ارفع اور کمالِ فیضان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"نجات یافتہ کون ہے؟ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے۔ اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کیلئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے اور اس کے ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے کہ اس کے افاضہ تشریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا اور آخرکار اس کی روحانی فیض رسانی سے اس مسیح موعود کو دنیا میں بھیجا۔" (کشتی نوح صفحہ ۲۹)

(۷) پھر اپنے رسالہ الوصیت میں تحریر فرمایا ہے کہ:-

"خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں بھیجا گیا۔" (رسالہ الوصیت صفحہ ۷)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے ارشاداتِ عالیہ سے ثابت ہے کہ آپ نے اپنی آمد کا وہی مقصد و مدعا بیان کیا ہے جو قرآن وحدیث میں مذکور ہے۔ آپ نے تعلیمِ قرآن سے سرِمو انحراف نہ فرمایا۔ بحیثیت خلیفۃ الرسول ساری عمر شریعتِ اسلام کے تابع رہ کر اپنے مقصدِ وحید کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں کوشاں رہے اور اسلام کو تمام ادیانِ باطلہ پر دلائل و براہینِ عقلیہ اور نشاناتِ سماویہ سے غالب کر کے دکھا دیا۔ اور خصوصاً فتنہ نصاریٰ کی ایسی سرکوبی فرمائی کہ امید نہیں کہ رہتی دنیا تک یہ سانپ سر اٹھا سکے۔ کیونکہ اس پُر آفت دشمنِ انسانیت کا سر آپ نے کچل دیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ کارنامے اپنے اندر اس قدر نمایاں خصوصیت رکھتے ہیں کہ آپ کی وفات کے بعد وہ شریف النفس لوگ جو سلسلہ احمدیہ میں داخل نہ تھے انہوں نے بھی اعلانیہ ان حقائق کا اقرار کیا۔ چنانچہ اخبار وکیل امرتسر نے اپنی ۳۰ مئی ۱۹۰۸ء کی اشاعت میں لکھا:-

"...فطرتی ذہانت اور مہارت اور مسلسل بحث و مباحثہ کی عادت نے مرزا صاحب میں ایک خاص شان پیدا کر دی تھی .... مخاطب کسی قابلیت یا کسی مشرب و ملت کا ہوتا ان کے برجستہ جواب سے ایک دفعہ ضرور گہرے فکر میں پڑ جاتا تھا۔ ہندوستان آج مذاہب کا عجائب خانہ ہے ..... مرزا صاحب کا یہ دعویٰ تھا کہ میں سب کے لئے حکم و عدل ہوں۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ ان مختلف مذاہب کے مقابلہ پر اسلام کو نمایاں کر دینے کی ان میں مخصوص قابلیت تھی ...... آئندہ امید نہیں ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو جو اپنی اعلیٰ خواہشیں محض اس طرح مذاہب کے مطالعہ میں صرف کر دے۔"

یہ رائے ان بے شمار آراء میں سے ایک ہے جو غیر جانبدار لوگوں نے آپ کی اسلامی خدمات کے متعلق ظاہر کیں۔

پس ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی بعثت کے مقصد کو نہایت شاندار طریق سے پورا کر گئے (باقی ص ۲۴)

احادیثِ نبویہ کے حجتِ شرعی ہونے پر دلائل !

منکرینِ احادیث کے اوہام کا ازالہ

(۲)

(از جناب مولوی خورشید احمد صاحب شاد پروفیسر جامعہ نصرت بوہ)

بصرہ میں حضرت عمرانؓ بن الحصین اور حضرت انس بن مالکؓ مقیم تھے۔ حضرت عمرانؓ بن الحصین کبار صحابہ میں شمار ہوتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے انہیں بصرہ میں معلم بنا کر بھیجا تھا۔ حسن بصریؒ اور ابن سیرینؒ حلفاً کہا کرتے تھے کہ بصرہ میں ان سے بڑھ کر کوئی شخص نہیں ہے۔ حضرت انسؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے۔ دس سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہے۔ ان کے تلامذہ میں امام زہریؒ اور ثابت بنانیؒ کی روایات قابلِ اعتماد ہیں۔ حضرت ثابتؒ کے مستند راوی حماد بن سلمہؒ ہیں۔ وہ حدیث کے بہت بڑے عالم گزرے ہیں لیکن آخر عمر میں ان کا حافظہ کچھ خراب ہو گیا تھا۔

حمص میں حضرت معاذ بن جبلؓ مقیم تھے۔ فقہ کے بہت بڑے ماہر تھے۔ حضرت عمرؓ نے جابیہ کے خطبہ میں انکی تعریف کی تھی۔ حضرت عمرؓ ان کی اس قدر عزت کرتے تھے کہ جب لوگوں نے ان سے خلیفہ مقرر کرنے کی درخواست کی تو فرمایا۔ اگر معاذ بن جبلؓ زندہ ہوتے تو انہیں خلیفہ بنا دیتا۔ (مسند جلد ا صـ۱۸) حضرت معاذؓ کی احادیث عبدالرحمٰن بن غنم اشعری سے مروی ہیں۔

دمشق میں حضرت ابوالدرداءؓ تھے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی سارا قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ ان کے پیچھے ہر وقت طلباء کا جمِ غفیر رہتا تھا۔

مکہ میں حضرت ابن عباسؓ تھے۔ تبحرِ علمی کی وجہ سے حَبْر (بڑے عالم) کہلاتے تھے۔ ان سے کثرت سے روایات مروی ہیں لیکن حضرت سعید بن جبیرؓ کی روایات زیادہ قابلِ اعتبار ہیں۔

مصر میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ مقیم تھے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی حدیث کی ایک کتاب لکھی تھی۔ (بخاری کتاب العلم باب کتابۃ العلم)

حضرت ابو ہریرہؓ باوجود حافظ حدیث ہونے کے ان کی جلالتِ علمی کے قائل تھے اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ عبداللہ بن عمروؓ مجھ سے علم میں زیادہ ہیں کیونکہ وہ لکھ لیتے تھے اور میں نہ لکھتا تھا۔

ان سلسلوں سے جو روایات منقول ہوئیں اب ان کی باقاعدہ تدوین ہونے لگی اور مدوّنین تین گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔

۱۔ اصحاب مغازی

۲۔ محدثین

۳۔ علماء محدثین (ان کے تین گروہ ہیں۔ فقہاء۔ علمائے رجال۔ علمائے علل)

(۱) اصحاب مغازی کے اصل الاصول تین بزرگ ہیں

ا۔ شرحبیل بن سعد

۲۔ زہری
۳۔ ہشام بن عروہ

اشرا جیل۔ انہوں نے حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابوسعیدؓ، حضرت ابورافعؓ، حضرت حسنؓ بن علیؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایات کی ہیں۔ اصحاب بدر کے اسماء کا پورا علم انہیں کو تھا۔ فنِ مغازی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ سو سال کی عمر میں ۱۲۳ھ میں وفات پائی۔

۲۔ **زہری** - ان کے پاس روایات کا بے شمار ذخیرہ موجود تھا۔ ابو الزناد ان کے ہمعصر تھے - وہ کہتے تھے کہ ہم صرف فقہی مسائل لکھتے تھے اور زہری ہر قسم کی روایات قلمبند کرتے تھے اسلئے ان کی احادیث ہی کام آئیں۔ مغازی کے جمع کرنے میں زہری نے اس قدر محنت کی کہ وہ مدینہ کی ہر گلی اور ہر گھر کے ہر شخص کے پاس جا کر حالات دریافت کرتے اور بعد میں یہ مجموعہ کتاب المغازی للزہری" کے نام سے مشہور ہوا جو اس فن میں سب سے پہلی کتاب ہے۔

امام زہریؒ کے تلامذہ میں ابراہیم بن سعد، محمد بن صالح، عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز، عمر بن راشد ازدی، موسیٰ بن عقبیٰ اور محمد بن اسحٰق مشہور ہیں۔

ابراہیم بن سعد جو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے پڑپوتے تھے ثقہ تسلیم کئے گئے ہیں اپنے زمانہ میں مدینہ میں کثیر الروایت شخص گزرے ہیں۔ انکی کتابوں میں سترہ ہزار احادیث صرف احکام کی تھیں۔ مغازی ان کے علاوہ تھیں۔ ان کے شاگردوں میں یعقوبؒ، اسمٰعیل بن موسیٰؒ اور سدیؒ گزرے ہیں۔ یعقوبؒ کے شاگردوں میں یحییٰ بن معین مشہور ہیں۔ سدی شیعہ تھے۔ محدثین نے انہیں غیر ثقہ کہا ہے۔ ابن جریر طبری ان کے شاگرد تھے وہ بھی تشیع سے مطعون ہیں۔ محمد بن صالح کی روایات مغازی اگرچہ کم ہیں لیکن معتبر ہیں۔ ابو الزناد ان کے متعلق کہا کرتے تھے۔ اگر مغازی سیکھنے ہوں تو محمد بن صالح سے سیکھو۔ ۱۶۸ھ میں وفات پائی۔ عبدالرحمٰن کی روایات میں اضطراب ہے اسلئے قابلِ قبول نہیں۔ ۱۶۲ھ میں وفات پائی۔ عمر بن راشد بھی مغازی میں مشہور ہیں۔ موسیٰ بن عقبیٰ بہت مشہور ثقہ گزرے ہیں۔ مسجد نبوی میں درس دیا کرتے تھے۔ امام مالکؒ کے نزدیک ان کا قول مغازی میں سب سے زیادہ معتبر ہے۔ ۱۴۱ھ میں وفات پائی۔

محمد بن اسحٰق مغازی کے مشہور عالم ہیں۔ ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔ خود ثقہ تھے لیکن محدثین نے بعض وجوہ کی بناء پر ان پر طعن کیا ہے۔ امام مالکؒ فرمایا کرتے تھے کہ جنگ خیبر کے متعلق جتنے بھی واقعات انہوں نے بیان کئے ہیں یہودیوں سے لے کر بیان کئے ہیں۔ امام احمد فرمایا کرتے تھے کہ یہ روایات میں اختلاط کیا کرتے تھے۔ ان کے شاگردوں میں یونس بن بکیر، سلمہ بن ابرش اور زیاد بن بکائی مشہور ہیں۔

یونس بن بکیر پر تدلیس کا الزام لگایا گیا ہے۔ سلمہ شیعہ تھے لیکن مغازی میں ان کی کتاب جامع قرار دی گئی ہے۔ زیاد و بکائی احادیث میں ضعیف قرار دیئے گئے ہیں۔ امام بخاریؒ نے ان سے صرف ایک حدیث روایت کی ہے وہ بھی مناسب صورت میں۔ ان کے مشہور شاگرد عبدالملک بن ہشام ہیں جنہوں نے سیرۃ ابن اسحٰق کو

کسی قدر اضافہ کے ساتھ مرتب کیا ہے جو بعد میں سیرۃ ابن ہشام کے نام سے مشہور ہوئی۔

۳۔ **ہشام بن عروہ**۔ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ ان کے والد حضرت عائشہؓ کے خاص شاگرد تھے۔ مدینہ کی روایات معتبر ہیں، عراق کی روایات میں تساہل سے کام لیتے ہیں۔ اسلئے امام مالکؒ انکی عراقی روایات قبول نہیں کرتے۔ ۱۴۶ھ میں ۸۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ ان کے شاگردوں میں علی بن مجاہد رازی۔ سفیان ثوری۔ واقدی اور مدائینی مشہور ہیں۔

(۱) علی بن مجاہد متہم بالوضع ہیں۔

(۲) سفیان ثوری مشہور محدث ثقہ اور امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔

(۳) واقدی بغداد کے قاضی تھے اور محدثین کے نزدیک بالاتفاق متروک ہیں۔ وہ صرف مغازی، سیرۃ اور فتوحات کے عالم تھے لیکن ان میں بھی محدثین نے انکا اعتبار نہیں کیا۔ ۲۰۷ھ میں وفات پائی۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنے والے چار اشخاص ہیں:۔

۱۔ مدینہ میں ابراہیم بن یحییٰ

۲۔ بغداد میں واقدی

۳۔ خراسان میں مقاتل

۴۔ شام میں محمد بن سعید۔

ابن مدینی کہتے ہیں کہ واقدی کے پاس بیس ہزار احادیث ایسی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہے۔ واقدی کے مشہور شاگرد ابن سعد ہیں۔ یہ واقدی کے کاتب تھے۔ بصرہ کے باشندے تھے بغداد میں سکونت اختیار کی۔ طبقات کبیر۔ طبقات صغیر اور تاریخ کی کتاب لکھی۔ یہ اپنے استاد سے زیادہ محتاط تھے۔ ابن سعد کے بعد ابن اثیر نے صحابہ کے حالات میں اسد الغابہ لکھی جس میں ۷۵۵۴ صحابہ کے حالات مذکور ہیں۔

طبقہ دوم۔ محدثین۔ ان کے چھ پیشرو ہیں۔

۱۔ حجاز میں امام زہری اور عمرو بن دینار

۲۔ بصرہ میں قتادہ اور یحییٰ بن ابی کثیر

۳۔ کوفہ میں ابو اسحٰق اور اعمش

ان تمام سے استفادہ کرنے والے امام مالکؒ۔ ابن اسحٰق۔ ابن جریج۔ ابن عیینہ۔ سعید بن ابی عروبہ۔ حماد بن سلمہ۔ ابو عوانہ۔ شعبہ۔ معمر۔ سفیان ثوری۔ اوزاعی۔ عبداللہ بن المبارک۔ عبدالرحمٰن بن مہدی اور یحییٰ بن آدم مشہور ہیں۔

عمرو بن دینار حجاز میں امام زہری کے ہم پلہ سمجھے جاتے تھے ۱۲۶ھ میں وفات پائی۔ قتادہ بن دعامہ متوفی ۱۱۷ھ عالم اجل اور حافظ حدیث تھے لیکن تدلیس کا عیب تھا۔ صحیح مسلم میں ابو امامہ باہلی اور سنن نسائی میں حضرت انسؓ سے ان کی روایات ہیں حالانکہ حضرت انسؓ ۹۳ھ میں بصرہ میں اور ابو امامہ ۸۶ھ میں شام میں فوت ہوئے۔ اس لئے جب یہ صحابہ سے روایت کرتے ہیں تو ان کے اور صحابہ کے درمیان ایک راوی چھوٹا ہوا ہوتا ہے لیکن چونکہ ثقاہت سے روایت کرتے ہیں اسلئے ان کی روایات قابل قبول ہیں اور ان کو اجل ائمہ میں شمار کیا گیا ہے۔

ابو اسحٰق سبیعی۔ انہوں نے تین چار سو محدثین سے روایات بیان کی ہیں۔ تعداد روایات دو ہزار ہے۔ ان کے تلامذہ میں سفیان ثوری کی احادیث زیادہ صحیح ہیں۔ ان میں کسی قدر تشیع تھا اور تدلیس

تدلیس کیا کرتے تھے۔ اسی بنا پر محدثین ان کی مراسیل قبول نہیں کرتے۔

اعمش۔ ان سے تیرہ سو (۱۳۰۰) احادیث مروی ہیں۔ بلندپایہ محدث گزرے ہیں۔ مصحف کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ قرآن مجید، احادیث اور فرائض میں یکتا تھے۔ اگرچہ شیعہ تھے لیکن اہلِ کوفہ کی احادیث قبول نہ کرتے تھے۔

ابن جریج۔ انہوں نے سب سے پہلے حجاز میں باقاعدہ تالیف و تصنیف شروع کی۔ عطاء بن ابی رباح کے سترہ سال شاگرد رہے اور انکی احادیث کو خوب یاد کیا۔ ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔

ابن عیینہ۔ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ قتادہ کے شاگردوں میں سب سے زیادہ مستند احادیث ان کی ہیں۔ انہوں نے متعدد کتب لکھیں۔

سعید بن ابی عروبہ۔ اکثر علماء نے انہیں قدری ٹھہرایا ہے۔ ان کی احادیث سب سے زیادہ یزید بن ذریع اور عبداللہ بن مبارک کے پاس محفوظ تھیں۔ فنِ حدیث کے امام تھے۔ علماء کی جرح و نقد سے صرف امام مالکؒ، حماد بن زید اور آپ محفوظ ہیں۔ ۱۵۶ھ میں وفات پائی۔

حماد بن سلمہ۔ المتوفی ۱۶۷ھ۔ شیخ الاسلام تھے۔ انہیں انکے زمانہ کے علماء "ابدال" کہتے تھے۔ انہوں نے سعید بن ابی عروبہ کے ساتھ مل کر کتابوں کی تدوین کی جن میں دس ہزار سے زائد احادیث مروی ہیں۔

ابوعوانہ۔ یہ بھی مشہور امام گزرے ہیں۔ انکی کتب بھی حجت مانی گئی ہیں۔ ہمیشہ شیعہ سے مرعوب رہا کرتے تھے۔

حماد بن زید۔ بصرہ کے سب سے بڑے فقیہ اور امام تھے۔ ان سے چار ہزار احادیث مروی ہیں۔

ہشیم۔ شیخ الحفاظ تھے۔ عبداللہ بن مبارک کہتے تھے کہ زمانہ تمام لوگوں کے حافظے خراب کر دیتا ہے لیکن ان کا نہ کرسکا۔ ان سے بیس ہزار احادیث مروی ہیں۔ روایت باطنی کے قائل تھے۔ تدلیس بھی کرتے تھے۔

اِن علماء کے علاوہ بعض دیگر قابلِ ذکر محدثین نے بھی تصانیف کیں مثلاً منذر ابن وہب۔ روح ابن عبادہ ابن وہب کے موطا میں ایک لاکھ احادیث جمع تھیں۔ ان تصانیف کے علاوہ مسانید بھی لکھی گئیں۔ سب سے پہلے ابوداؤد طیالسی کی مسند لکھی گئی۔ ابوداؤد طیالسی نے ۲۰۴ھ میں وفات پائی۔ اس مسند میں چالیس ہزار احادیث مروی ہیں۔ یحییٰ بن عبدالحمید نے بھی مسند لکھی ہے جس میں سات ہزار احادیث تھیں۔ ان کے بعد بصرہ میں مسدد نے ایک مسند لکھی۔ ان کے بعد تو مسانید لکھنے کا عام رواج ہوگیا جن میں سے اہم مسانید مسند احمد بن حنبل المتوفی ۲۴۱ھ ہے۔ اس مسند میں سات سو صحابہؓ کی چالیس ہزار احادیث مروی ہیں جو سات لاکھ پچاس ہزار احادیث سے منتخب ہیں۔ ان کے علاوہ ابوزرعہ المتوفی ۲۶۴ھ نے بھی مسند لکھی۔ انکی کتب میں چھ لاکھ احادیث علاوہ مسند کے درج ہیں۔

طبقہ سوم۔ علماءِ اہلِ حدیث۔

(۱) فقہاء (۲) علماء رجال (۳) علماء علل

فقہاء۔ ان میں سب سے زیادہ بلندپایہ شعبی کو مانا گیا ہے۔ انکے بعد امام مالک نے شہرت حاصل کی۔ ان کے بعد عبداللہ بن مبارک نے۔ انہوں نے فنِ روایت کے بعض اصول بھی وضع کئے۔ ان کے ہمعصر ابوعیینہ نے جو حکماءِ اہلِ حدیث میں مشہور تھے۔ احادیث کی نہایت عمدہ تقسیم کرتے ہیں۔ انکو سات ہزار احادیث یاد تھیں لیکن تدلیس اور شیعیت کا عیب ضرور تھا۔ اسی زمانہ میں ہشام بن عروۃ کے شاگرد ابو اسامہ مشہور عالم گزرے ہیں انکی کتب میں ایک لاکھ احادیث موجود تھیں۔ پھر ان سب پر امام شافعیؒ المتوفی ۲۰۴ھ فوقیت لے گئے۔ امام شافعیؒ کے بعد امام بخاریؒ اور محمد بن عبداللہ

علماءِ رجال۔ عبدالکریم خدری سب سے مقدم ہیں۔ یہ حضرت انسؓ کے شاگرد تھے۔ ان کے بعد فنِ رجال کے بانی امام شعبہ بن حجاج مانے گئے ہیں۔ بصرہ کے امام الائمہ تھے اور اپنے زمانہ کے شیخ الحدیث تھے۔ ان کو تدلیس سے سخت نفرت تھی۔ ان کے بعد وہب بن خالد اس فن میں امام مانے گئے ہیں۔ یہ بھی بصرہ کے رہنے والے تھے ۱۶۵ھ میں وفات پائی۔ ان کے بعد یحییٰ بن سعید بن القطان ہیں لیکن یہ امام ابوحنیفہؒ کے مقلد اور امام مالکؒ کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے عصر کے بعد احادیث کا درس دیا کرتے تھے اور حلقہ درس میں علی بن مدینی، احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین شریک ہوتے۔ انکی ہیبت و تعظیم کا یہ عالم تھا کہ جب کوئی ان سے سوال کرنے آتا تو کھڑے ہو کر سوال کرتا۔ اس زمانہ میں بغداد میں منصور بن سلیم عالم تھے۔ ان کے بعد حافظ ابونعیم فضل بن دکین تھے۔ یہ سفیان ثوری کے ممتاز شاگرد تھے۔ ان سے چار ہزار احادیث منقول ہیں۔ شعبہ کے تلامذہ میں سے سفیان بن حرب، ابوایوب بصری مشہور ہیں۔ یہ ہمیشہ زبانی روایت کرتے تھے۔ ان سے مروی احادیث کی تعداد دس ہزار ہے۔ عموماً روایت بالمعنی کرتے۔ ان کے بعد یحییٰ بن معین اور پھر احمد بن حنبل اور پھر امام بخاری کا مرتبہ ہے۔

علماءِ علل۔ سب سے مقدم علی بن المدینی المتوفی ۲۳۴ھ ہیں۔ ان کے تلامذہ میں امام بخاری اس فن میں ممتاز ہیں۔ انکے بعد امام مسلم پھر ابوداؤد سجستانی اور پھر امام ترمذی اور پھر امام نسائی کا درجہ ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ جمع و تدوین کا کام باقاعدہ صورت میں پہلی صدی میں ہی شروع ہو چکا تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے امام زہری نے کتب احادیث مرتب کیں۔ اور ان کے بعد تدوینِ حدیث عام ہو گئی۔ چنانچہ مکہ میں معمر بن راشد اور ابن جریج۔ مدینہ میں امام مالک اور ابن اسحٰق اور بصرہ میں ربیع بن صبیح، سعید بن ابی عروبہ اور حماد بن سلمہ کوفہ میں سفیان ثوری۔ شام میں ولید بن مسلم اور اوزاعی واسط میں ہشیم بن بشیر۔ یمن میں معمر۔ رے میں جریر بن عبدالحمید۔ خراسان میں ابن المبارک نے تالیفات کیں۔

یہ سب دوسری صدی کے مؤلفین ہیں۔ ان کے علاوہ دوسری صدی میں "کتاب الدعاء لابن ابی الدنیا"۔ "کتاب الخراج لابی یوسف" "مسند امام اعظم"۔ موطا امام مالک۔ کتاب الحج امام محمدؒ مسند ابوداؤد طیالسی اور مصنف عبدالرزاق بھی تالیف کی گئیں ❋

اسلام کا موعود کون ہے
بانی بہائیت یا بانی احمدیت؟

بقیہ صفحہ ۱۹

دنیا کو دکھلا دیا۔ یعنی دین اسلام کو تمام ادیانِ باطلہ کے مقابلہ پر غالب کر دیا۔ آپؐ کے سامنے کسی بڑے سے بڑے دشمنِ اسلام کو یہ جرأت نہ تھی کہ وہ اسلام کے خلاف بول سکے۔

الغرض آپؐ نے اسلام کو تمام مذاہبِ باطلہ پر غالب کر کے دکھا دیا۔ دینِ نصرانیت کا ابطال کر کے اس کا بودا پن دنیا پر ظاہر کر دیا اور وہ توحید خالص دنیا کے سامنے پیش کی کہ انسان پرستی کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا۔ مگر بہاء اللہ نے اسلام کو منسوخ قرار دیا تمام دجالی فتنوں کی تائید کرتے ہوئے خود ہی الوہیت کے تخت پر متمکن ہونے کی سعی ناکام کی۔ اور ہزاروں انسانوں کو شرک اور انسان پرستی کے دلدل میں غرق کر دیا۔ پس وہ ہرگز اسلام کا موعود نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ سراسر تعلیمِ اسلام کے خلاف تھا۔ و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین ❋

بعث بعد الموت کی ضرورت اور اسکا ثبوت علومِ جدیدہ کی روشنی میں

(از جناب میجر ڈاکٹر شاہ نواز خان صاحب - پشاور)

(۱)

تمہید مذہب کی چار اہم اغراض ہیں۔ یہ کامل مذہب کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان سب کو احسن طور پر پورا کرے قرآن کریم نے ان چاروں کی اہمیت اور ضرورت کو مفصّل اور مدلّل طور پر بیان کیا ہے۔ (۱) مذہب کا فرض ہے کہ وہ انسان کو اس کے خالق (اللہ تعالیٰ) کا علم دے۔ (۲) اخلاقی تعلیم دے۔ (۳) تمدنی ضروریات کا حل بتائے۔ (۴) انسان کا انجام بتائے کہ مرنے کے بعد وہ کہاں جائیگا اور اس کے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔

اِس وقت مَیں سب سے آخری غرض یعنی انسان کے انجام (بعث بعد الموت) کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

یہ مسئلہ بہت ہی اہم اور ضروری ہے مگر ساتھ ہی بہت دقیق اور فوق الادراک ہے۔ اسلئے ضروری ہے کہ اس کو آسان اور عام فہم طریق پر واضح کیا جائے۔ متقدمین نے اپنے زمانہ کی ضرورت، لوگوں کے فہم اور علمی ترقی کے مطابق اِس مسئلہ پر روشنی ڈالنے کی سعی کی ہے۔ مگر حق یہ ہے کہ جس رنگ میں اِس زمانہ کے مامور و مُرسل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِس باریک علمی مضمون پر از روئے قرآن مجید روشنی ڈالی ہے یہ حضرت سلطان القلم کا ہی کام تھا۔ پس یہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام کے کارناموں میں سے ایک نہایت شاندار کارنامہ ہے کہ آپ نے اِس مسئلہ پر جو کہ ضروریاتِ دین میں سے ہے روشنی ڈال کر ہمارے ایمان کو نہایت پختہ بنا دیا۔

حل کا طریق اِس مسئلہ کا انکار نہ صرف اس جاہلیت اور ضلالت کے زمانہ میں شدّت سے ہو رہا ہے بلکہ زمانۂ جاہلیت میں بھی کفارِ مکّہ اس کا انکار کرتے تھے۔ چنانچہ ایک بدوی کا شعر ملاحظہ ہو کہ کس ملحدانہ لہجہ میں وہ اِس اہم دینی صداقت کا، جو مذہب کی روح رواں ہے انکار کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے ؎

اموت ثمّ بعث ثمّ نشرٌ
حدیث خرافة یا اُمّ عمرو

یعنی مرنا پھر زندہ ہونا، پھر حشر و نشر ہونا، اے امِ عمرو! (اپنی بیوی سے خطاب ہے) یہ باتیں خرافات سے ہیں" (نعوذ باللہ)

یہ مسئلہ مجرد عقل سے حل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ عقل مافوق الطبیعات تک نہیں جاتی۔ پس اس کے حل کیلئے ضروری ہے کہ الہام اور کشف کی روشنی میں اس کو حل کیا جائے کیونکہ اُخروی زندگی کی حقیقت کو دُنیا کی آنکھ نہ دیکھ سکتی ہے نہ کان سُن سکتے ہیں اور نہ ہی انسانی قلب اور اس کا فکر اس کا تصوّر کر سکتا ہے۔

اہمیت ایمانِ ذاتِ باری تعالیٰ کے بعد معاد یا بعث کا مسئلہ بہت اہم ہے اور ہر نبی کا یہ اہم اور مقدم کام ہے کہ وہ ذاتِ باری پر ایمان پیدا کر کے قیامت پر یقین پیدا کرے۔ کیونکہ یہ ایمان کا

ضروری جزو ہے۔

قیامت کے متعلق نظریئے

موت کے بعد بعث کے متعلق مختلف خیالات پائے جاتے ہیں۔ بعض اس کے سرے سے ہی منکر ہیں۔ بعض اس دُنیا میں ہی جنت بتاتے ہیں۔ بعض مادی جنت کے قائل ہیں۔ بعض اس کو صرف روحانی قرار دیتے ہیں۔ بعض ابدی جنت اور دوزخ کے قائل اور بعض دونوں کو عارضی قرار دیتے ہیں۔ بائیبل میں اُخروی زندگی کا ذکر تک نہیں۔ یہودی مذہب میں قیامت کا ذکر نہیں۔ پارسیوں کی کتاب میں اجمالاً ذکر ہے۔ البتہ قرآن کریم ہی ایک ایسی کتاب ہے جو اس کو ایک مکمل ضابطہ کے رنگ میں مدلل بیان کرتی ہے۔ سوائے اسلام کے ہر مذہب وملت اور فرقہ نے ٹھوکر کھائی ہے۔ بعض آواگون یا تناسخ کے چکر میں پڑگئے اور ایک فرقہ روحوں کو واپس بلاکر ان سے کلام کرنے کا مدعی ہے۔ جیسے سپرچولسٹ لوگ۔ قرآن کریم نے یہ نظریہ قائم کیا ہے کہ جنت دائمی ہے اور جہنم منقطع ہونے والی چیز ہے۔ بعث بعد الموت بہرحال حق ہے۔

حیاتِ اُخروی کی ضرورت

واضح ہو کہ معاد (بعث) کے عقیدہ پر تمام اعمال حسنہ کا مدار ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر کوئی نیکی نیکی کی خاطر نہیں ہوسکتی۔ اور کوئی عمل ریا سے پاک ہوکر خالصۃً لِوَجْہِ اللّٰہ ہو نہیں سکتا۔ ہوسکتا ہے کہ انسان پولیس کے ڈر سے جرائم سے بچے یا بدنامی اور بیماری کے خوف سے بدکاری سے رُکے یا کاروبار چلانے اور اعتبار جمانے کیلئے سچ کرلے یا سچائی اور دیانت پر قائم رہے۔ مگر حقیقی طہارت کا موجب نہیں ہونگے۔ آخرت کا عقیدہ ہی تقویٰ کی اصل بنیاد ہے۔ آخرت میں ہی روح کی تکمیل ہوگی۔ یہی عقیدہ ہے جو انسان کو موت سے نڈر بنا دیتا ہے۔ ملک، قوم اور دین کے لئے سچی قربانیوں پر آمادہ کرتا ہے۔ ورنہ اس دُنیا کو منتہا قرار دینے والے تو دنیاوی لذات کی طرف راغب رہتے ہیں اور جسمانی آرام اور آسائش کو کسی صورت میں بھی چھوڑنے کو تیار نہیں ہوتے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اس دنیا میں انسان کے کئی اعمال نامکمل رہ جاتے ہیں۔ کئی بدکار سزا سے بچ جاتے ہیں اور کئی بے گناہ مارے جاتے ہیں۔ پس اس جہان کی کوتاہیوں اور بے انصافیوں اور مظالم کی تلافی کے لئے ضروری ہے کہ کوئی اُخروی زندگی ہو جہاں اعمال کی اصل حقیقت ظاہر کرکے ہر ایک کو جزا سزا دی جائے اور روحانی امراض کا علاج کیا جائے اگر معاد یا بعث کا نظام نہ ہو تو کائناتِ عالم کا یہ سارا نظام عبث ٹھہرتا ہے اور یہ اتنا عظیم الشان کارنامہ قدرت جو کروڑہا سال سے انسان کی خدمت کے لئے بنا ہوا ہے ایک کھیل اور مذاق بن کر رہ جاتا ہے۔ اس کی طرف آیت قرآنی اشارہ کررہی ہے اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ۔ تخلیق انسانی بھی حشر کی ضرورت ثابت کرتی ہے۔ کیونکہ حشر صرف اس وجود کا ہوسکتا ہے جو بالارادہ ہو یعنی نیکی اور بدی پر قادر ہو۔ اسی واسطے حشر صرف انسان کا ہے۔ عام جانوروں کا نہیں ہے۔

بعث کے انکار کی وجہ

یہ مسئلہ جس قدر اہم اور ضروری ہے۔ اتنا ہی اس زمانہ میں اس کا انکار ہورہا ہے۔ اس کی بڑی وجہ گناہوں کی کثرت اور دلوں کا زنگ ہے۔ یا پھر یہ ایک ہسٹیریا والی ذہنیت کا مظاہرہ ہے کہ جس حقیقت کا سامنا بلکہ اس کا تصور بھی جسم میں لرزہ پیدا کردینے والا اور رُوح کو کپکپا دینے والا ہو اس کا انکار ہی کردیا جائے جس طرح آجکل بعض لوگ جنگ کی ہلاکت آفرینیوں کا تصور برداشت نہ کرکے کہہ دیا کرتے ہیں کہ جنگ نہیں ہوگی مگر ظاہر ہے کہ ایسی باتوں سے حقیقت ٹل نہیں سکتی اور انسان آخرت کے سفر کی تیاری نہ کرنے کی وجہ سے سخت گھاٹے میں

رہتا ہے۔

انسانی پیدائش کی غرض

نقطۂ نگاہ اور ذہنیت کا بھی انسان کے اعمال پر گہرا اثر ہے۔ مغربی دنیا کا نقطۂ نگاہ انسانی پیدائش کی غرض و غایت کے متعلق بہت مختلف ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ یہ دنیا ہی مقصود ہے جو اس جہان میں کامیاب رہا اور قانون اور پولیس کی گرفت سے بچا رہا وہ "فلاح" پا گیا۔ کیونکہ اگلا جہان محض ڈھونگ ہے اور کمیونسٹ فلاسفروں کے قول کے مطابق مذہب محض ایک افیون ہے اور حیاۃ آخرت ایک افسانہ اور واہمہ ہے جو ناکام مذہبی راہنماؤں نے اپنے سادہ لوح مریدوں کو خوش کرنے اور اپنی ناکامی پر پردہ ڈالنے کے لئے بنا رکھا ہے (نعوذ باللہ) مگر اسلام اس کے برخلاف یہ تعلیم دیتا ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کا کامل عبد بننے کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ پیدائش کی یہ اہم غرض اس جہان میں جو دار الابتلاء ہے حقیقی اور کامل طور پر پوری نہیں ہو سکتی۔ پس ضروری ہے کہ روحِ انسان کو ایک اعلیٰ اور ارفع لطیف مقام پر بعد وفات نشوونما دیکر ارتقائی منازل سے گزارا جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"جس چیز کے قویٰ ایک اعلیٰ سے اعلیٰ کام کر سکتے ہیں اور پھر آگے جا کر ٹھہر جاتے ہیں وہی اعلیٰ کام اس کی پیدائش کی علتِ غائی سمجھی جاتی ہے۔ مثلاً بیل کا کام اعلیٰ سے اعلیٰ قلبہ رانی یا آبپاشی یا باربرداری ہے ..... مگر جب ہم انسان کی اعلیٰ سے اعلیٰ قوتوں کو ٹٹولتے ہیں کہ اس میں اعلیٰ سے اعلیٰ کونسی قوت ہے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ خدا کے اعلیٰ و برتر کی تلاش اس میں پائی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ چاہتا ہے کہ خدا کی محبت میں ایسا گداز اور محو ہو کہ اس کا اپنا کچھ بھی نہ رہے۔ سب کچھ خدا کا ہو جائے ..... پس ظاہر ہے کہ انسان کا اعلیٰ کمال خدا تعالیٰ کا وصال ہے۔ لہذا اس کی زندگی کا اصل مدعا یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف اس کے دل کی کھڑکی کھلے۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۱۲۳)

ایک اور مقام پر کشتی نوح میں حضور فرماتے ہیں۔ کہ حقیقی معرفت ہی گناہ سوز ہے۔ انسان گناہ پر جو اسقدر دلیری کرتا ہے تو اس کی وجہ معرفت ہی کی کمی ہے۔ دیکھو جس انسان کو یقین ہو کہ فلاں سوراخ میں سانپ ہے وہ اس میں ہاتھ نہیں ڈالتا۔ یہی حال کسی کھانے میں زہر کا شبہ ہونے یا کسی بن میں شیر کے ہونے پر اس کا ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر انسان کو یقین ہو کہ گناہ ایک زہر ہے جسکو کھا کر انسان بچ نہیں سکتا تو وہ اس پر کبھی دلیر نہ ہو۔ پس یہ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان کی کمی ہے جو انسان دلیری سے اسکے احکام کی خلاف ورزی کرتا اور بدی میں مبتلا رہتا ہے۔

شہادت کی دو قسمیں ہیں

بعث کے منکرین کہا کرتے ہیں کہ اگر کوئی مردہ دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں آ کر شہادت دے کہ حیاۃ الآخرۃ برحق ہے تو ہم مان لیں گے۔ مگر ظاہر ہے کہ ... روحانی امور پر یہ طریق شہادت جو مادی امور کے متعلق ہے چسپاں نہیں ہو سکتا۔ عدالتِ انصاف میں بھی دو طرح کی شہادت دی جاتی ہے اور ایک دوسری کی مؤید ہوتی رہتی ہے۔ یعنی واقعاتی شہادت (Direct) اور دوسرے دیگر امور اور کوائف ــــ جس کو Circumstantial شہادت کہتے ہیں۔ اسی قسم کی شہادت ہم بعث بعد الموت کے متعلق بھی دے

سکتے ہیں۔ مگر واقعاتی شہادت بعث کے متعلق ابھی بلنی مشکل ہے۔ کیونکہ رجوع موتی سُنّت اللہ کے خلاف ہے کیونکہ اس طرح انسانی پیدائش کی غرض جو ابتلاء اور امتحان ہے باطل ہوجاتی ہے۔ بعث بعد الموت کے لئے قسم دوم کی شہادت موجود ہے

بعث کی حقیقت

سب سے پہلا سوال اس جگہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ بعث کی کیا حقیقت ہے؟ اس کے متعلق حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ تحریر فرماتے ہیں :-

"ہم اس بات پر بھی یقین رکھتے ہیں
کہ مرنے کے بعد انسان پھر اٹھایا جائیگا
اور اس کے اعمال کا اس سے حساب لیا
جائے گا۔ جو اچھے اعمال کرنے والا ہوگا
اس سے نیک سلوک کیا جائے گا اور جو
اللہ تعالےٰ کے احکام کا توڑنے والا
ہوگا اسے سخت سزا دی جائے گی اور
کوئی تدبیر نہیں جو انسان کو اس بعث
سے بچا سکے خواہ اس کی ہڈیاں تک
جلا دی جائیں۔ خواہ اس کے جسم کو ہوا
کے پرندے یا جنگل کے درندے کھا جائیں
خواہ زمین کے کیڑے اس کے ذرے ذرے
کو جُدا کر دیں۔ وہ پھر بھی اٹھایا جائیگا
اور اپنے پیدا کرنے والے کے سامنے
حساب دے گا۔ کیونکہ اس کی قدرتِ
کاملہ اس امر کی محتاج نہیں کہ اس کا
پہلا جسم ہی موجود ہو تب ہی وہ اس
کو پیدا کر سکتا ہے۔ بلکہ اصل بات
یہ ہے کہ وہ اس کے باریک سے باریک
ذرہ یا لطیف عنصر روح سے بھی پھر
اس کو پیدا کر سکتا ہے اور ہوگا بھی
اسی طرح۔ جسم خاک ہوجاتے ہیں مگر
ان کے باریک ذرات فنا نہیں ہوتے۔
اور نہ وہ روح جو جسم انسانی میں ہوتی
ہے خدا کے اذن کے بغیر فنا ہو سکتی
ہے۔" (دعوۃ الامیر ص۳)

کیا بعث صرف رُوح کا ہی یا جسم بھی شامل ہوتا ہے

یہ ایک اہم سوال ہے جو صدیوں سے زیر بحث رہا ہے۔ بعض لوگ اُخروی زندگی کو صرف ایک روحانی کیفیت جانتے ہیں، بعض اسکو جسمانی قرار دیتے ہیں حسنؓ اور قتادہؓ کے نزدیک اخروی زندگی اسی مادی جسم کے ساتھ ہوگی۔ مگر حضرت ابن عباسؓ کا عقیدہ تھا کہ صرف ارواحِ انسانی کو اگلے جہان میں زندگی دیجاتی ہے۔ متقدمین میں سے حضرت امام غزالی جسم کی بعثت کے قائل تھے۔ انہوں نے تو حشر اجساد کے منکرین پر کفر کا فتویٰ بھی لگایا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی بھی اجسام کے حشر کے قائل تھے جس کی تفصیل حجۃ اللہ البالغہ میں درست دیکھ سکتے ہیں۔ ان کے نزدیک جسم انسانی کے اندر روح حقیقی کے علاوہ ایک اور لطیف بخار ہے جس کو وہ رُوح ہوائی اور نسمہ کہتے ہیں۔ یہ نسمہ بھی اخلاط کی کمی بیشی کی وجہ سے تبدیل ہوتا رہتا ہے مگر روح حقیقی ان تغیّرات سے پاک ہوتی ہے مگر اس کو نسمہ اور بدن دونوں سے تعلق ہوتا ہے۔ جب نسمہ کا بدن انسانی سے انفکاک ہوجاتا ہے تو اسی انفکاک کا نام موت ہے لیکن موت سے روحِ قدسی کا نسمہ سے انفکاک نہیں ہوتا بلکہ انسانی موت رُوح اور نسمہ کے لئے نشاۃ ثانیہ ہوتی ہے۔

احمدیت کی تعلیم کی روشنی میں ہمارا بھی یہ عقیدہ ہے کہ اُخروی زندگی میں روح اور جسم دونوں شریک ہونگے۔ مگر وہ ایک لطیف جسم ہوگا جو اسی مادی جسم کے کسی لطیف (روحانی) ذرہ سے بنایا جائیگا اور انسان اپنے ذہن میں اس٭

٭ نوٹ: جسم کو پہلے مادی جسم کا تسلسل ہی سمجھیگا اور یقین رکھیگا کہ میں وہی آدمی ہوں جو دنیا میں رہا کرتا تھا + (باقی پھر)

البیان

قرآن مجید کا سلیس اُردو ترجمہ مختصر و مفید تفسیری حواشی کے ساتھ

۳ھ وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا

اور (اُس وقت کو بھی یاد کرو) جب تم نے ایک شخص کو قتل کیا پھر تم میں ہر ایک نے اپنے سر سے الزام کو دُور کرنے کی کوشش کی حالانکہ جو (کچھ)

كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۚ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ

تم چھپاتے تھے اللہ اسے ظاہر کرنے والا تھا۔ اس پر ہم نے کہا کہ اسکو (یعنی قاتل کو) اس ضائع شدہ جان کے (جرم قتل کے) ایک حصہ کے

۴ھ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

سبب مارو۔ اللہ اسی طرح مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور تم کو اپنے نشان دکھاتا ہے تاکہ تم عقل کرو۔

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ

اسکے بعد پھر تمہارے دل سخت ہو گئے چنانچہ وہ پتھروں کی طرح بلکہ (ان سے بھی)

اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ

زیادہ سخت ہیں اور پتھروں میں سے تو یقیناً بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں سے

۳ھ یہ بیان یہود کی بُرائیوں اور بد اخلاقیوں کے سلسلہ میں وارد ہوا ہے نفس سے مراد عام انسان بھی ہو سکتے ہیں بعض دفعہ عربی زبان میں نکرہ تفخیم شان کے لئے آتا ہے اس صورت میں نفسًا سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہو سکتے ہیں کیونکہ یہود نے آپ کو قتل کرنے کی پوری پوری کوشش کی تھی۔ بعض لوگ نفسًا سے حضرت مسیح مراد لیتے ہیں۔

۴ھ اللہ تعالیٰ نے اس قتل یا سعیٔ قتل کے نتیجہ میں یہود پر لعنت ڈالی اور انہیں ان کے جرم کے ایک حصہ کے بدلہ میں دنیا میں ہی ذلت کی سزا دی اور انہیں ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ کا مصداق بنا دیا۔ فرمایا كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى کہ ہم اسی طرح مُردوں کو زندہ کرتے ہیں یعنی انکا انتقام لیتے ہیں اور ان کے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچاتے ہیں۔ انہی معنوں میں اللہ تعالیٰ انبیاء و شہداء کو زندہ قرار دیتا ہے اور انہی معنوں میں عرب شاعر کہتا ہے سہ ان نبشتم ما بین ملحة فالصاقب ٭ فيها الاموات والاحياء۔

الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا یَشَّقَّقُ فَیَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ

دریا بہتے ہیں اور بعض ان میں سے ایسے (بھی) ہوتے ہیں کہ پھٹ جاتے ہیں تو ان میں سے پانی نکلنے لگتا ہے

وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا یَهْبِطُ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ

اور ان (یعنی دلوں) میں سے (بھی) بعض ایسے ہیں کہ اللہ کے ڈر سے (معافی مانگتے ہوئے) گر جاتے ہیں۔ اور جو (کچھ) تم کر رہے ہو

عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ

اللہ اس سے ہرگز بے خبر نہیں ہے۔ (اے مسلمانو) کیا تم امید رکھتے ہو کہ وہ تمہاری بات مان لیں گے حالانکہ

كَانَ فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ یَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ یُحَرِّفُوْنَهٗ

ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے کلام کو سنتے ہیں پھر اسے سمجھ لینے کے بعد

مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝ وَاِذَا لَقُوا

اس کے (مطلب) کو بگاڑ دیتے ہیں اور وہ (اس عمل کے بد نتائج کو خوب) جانتے ہیں اور جب یہ لوگ

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰی

مومنوں سے ملتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم مومن ہیں اور جب ایک دوسرے سے علیحدگی میں ملتے ہیں تو (ایک دوسرے کو الزام

بَعْضٍ قَالُوْۤا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ

دیتے ہوئے) کہتے ہیں کیا تم انہیں وہ بات جو اللہ نے تم پر کھولی ہے اس لئے بتاتے ہو کہ

---

۵۶ یہودی علماء کی اس بدتر حالت کو ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو توجہ دلائی ہے کہ کلام الٰہی کے لئے ادب احترام قائم رکھا جائے وہ لوگ جو بے ادبی کا طریق اختیار کرتے ہیں وہ پھر کتاب اللہ میں تحریف کرنے سے بھی نہیں چوکتے۔ تحریف تو ہر حال میں بری بات ہے اس سے مخاطب کو سخت نقصان پہنچتا ہے لیکن جو شخص یا گروہ جان بوجھ کر کتاب الٰہی میں تحریف کرتا ہے یقیناً وہ ایمان سے محروم ہو جاتا ہے اور اس کا دل زنگ خوردہ ہو جاتا ہے۔ یہودی علماء اسی لئے توفیقِ ایمان سے محروم رہے۔

۵۷ منافق کی حالت کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ یہودی مسلمانوں میں آ کر دعویٰ ایمان کرتے تھے اور یہودیوں میں جا کر معتبر بننے کے لئے کہتے تھے کہ دیکھو مسلمانوں کو ان پیشگوئیوں سے آگاہ نہ کر دینا جو خدا نے تم کو بتائی ہیں حالانکہ نادان اتنا نہیں سوچتے کہ اگر یہ خدائی سلسلہ ہے تو جس خدا نے صدہا سال پہلے بائیبل میں یہ پیشگوئیاں نازل کی تھیں وہ اب مسلمانوں کو ان سے آگاہ نہیں کر سکتا؟ اور اگر یہ سلسلہ خدائی نہیں ہے تو یہودیوں کے پیشگوئیاں بتا دینے سے کیا ہو سکتا ہے؟ بہرحال یہ یہودی منافقوں کے اچھے ہتھیار تھے۔

لِيُحَآجُّوكُم بِهِۦ عِندَ رَبِّكُمْ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ○ أَوَلَا

وہ اس کے ذریعہ سے تمہارے رب کے حضور میں تم سے بحث کریں کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے ۔ کیا یہ

يَعْلَمُونَ أَنَّ ٱللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ○

(اس بات کو) نہیں جانتے کہ جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں اللہ اُسے جانتا ہے ۔

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ ٱلْكِتَٰبَ إِلَّآ أَمَانِيَّ وَإِنْ

اور اُن میں سے بعض اَن پڑھ ہیں جو چند جھوٹی باتوں کے سوا اپنی کتاب کا کچھ بھی علم نہیں رکھتے اور وہ صرف

هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ○ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ ٱلْكِتَٰبَ

ٹک بندیاں کرتے رہتے ہیں ۔ پس جو لوگ اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں (اور) پھر اس کے ذریعہ

بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ ٱللَّهِ لِيَشْتَرُوا۟ بِهِۦ

سے (کچھ) تھوڑی (سی) قیمت حاصل کرنے کے لئے کہہ دیتے ہیں کہ یہ (کتاب) اللہ کی طرف سے ہے اُن کے لئے

ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ

(ایک سخت عذاب (مقدر) ہے ۔ پھر (ہم کہتے ہیں کہ) ان کے لئے ان کے ہاتھوں کے لکھے ہوئے کے سبب سے (ایک سخت) عذاب (مقدر) ہے

لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ ○ وَقَالُوا۟ لَن تَمَسَّنَا ٱلنَّارُ إِلَّآ أَيَّامًا

اور انکے سبب سے (بھی) عذاب (مقدر) ہے جو وہ کماتے ہیں ۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ہمیں چند گنتی کے دنوں کے سوا (دوزخ کی) آگ

شہ لفظ اَمَانِیَّ اصل میں اُمْنِیَّۃٌ کی جمع ہے ۔ امنیۃ تمنا اور جھوٹی امید کو کہتے ہیں ۔ امام راغب کہتے ہیں صح ان یعبر عن الکذب بالتمنی (مفردات) ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل علم یہود اور عوام یہود کی زبون حالی کا تذکرہ فرمایا ہے ۔ ایک طرف بے ایمان عالم تھے اور دوسری طرف جھوٹی امیدوں والے جاہل تھے ۔ اگر ایسے لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانیکی توفیق نہ ملی تو اس سے اسلام یا آنحضرتؐ پر کیا حرف آسکتا ہے ؟ اس آیت کی تفسیر میں استاذ امام محمد عبدہ مصری کا قول ہے :" ھٰکذا کان الیھود فی زمن التنزیل وقد اتبعنا سننھم وتلونا تلوھم فظھر فینا تاویل الحدیث الصحیح لتتبعن سنن من قبلکم شبراً بشبرٍ وذراعاً بذراعٍ ، وانا نقرء اخبارھم فنسخر منھم ولا نسخر من انفسنا ونعجب لھم کیف رضوا بالامانی ونحن غارقون فیھا " کہ نزول قرآن مجید کے وقت یہود کا یہ حال تھا ۔ اب ہم نے ان کے طریق کو اختیار کرلیا ہے اور انکے نقش قدم پر چل پڑے ہیں یہاں تک کہ ہمارے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول پورا ہوگیا کہ تم پہلے لوگوں کے نقش قدم پر ایسے

مَّعْدُوْدَةً ؕ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا[۹۵] فَلَنْ

ہرگز نہ چھوٹے گی ۔ تو (اُن سے) کہہ کیا تم نے اللہ کی بارگاہ سے کوئی عہد لیا (ہُوا) ہے (اگر ایسا ہے) تب تو

يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا

اللہ ہرگز اپنے عہد کے خلاف نہیں کریگا یا تم اللہ کے متعلق ایسی بات کہتے ہو جس کا تمہیں (کوئی)

تَعْلَمُوْنَ ۝ بَلٰی[۹۶] مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ

علم نہیں ہے ۔ کیوں نہیں ؟ جو لوگ بھی کسی قسم کی بدی کمائیں گے اور انکا گناہ انہیں (چاروں طرف سے)

خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا

گھیر لے گا وہ دوزخ (میں پڑنے) والے ہیں وہ اس میں

خٰلِدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

(پڑے) رہیں گے ۔ اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک عمل کئے ہیں

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ ؏ ۹

وہ جنت (میں جانے) والے ہیں وہ اس میں (ہمیشہ) بسیں گے ۔

چلو گے کہ بالشت بالشت کے برابر ہوگی اور ہاتھ ہاتھ کے مطابق ہوگا۔ ہم یہودیوں کے حالات پڑھ کر انہیں بنظر حقارت دیکھتے ہیں اور اپنے آپکو حقیر نہیں ٹھہراتے ۔ ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ وہ لوگ کس طرح جھوٹی امیدوں پر مطمئن ہوگئے تھے حالانکہ ہم خود جھوٹی امیدوں میں غرق ہیں ۔" (تفسیر المنار جلد ۱ صفحہ ۳۵۹) اس حالت میں علماء کا مصلح ربانی کی بعثت پر تعجب کرنا تعجب انگیز ہے ۔

۹۵ یہود کی بد اعمالی کا بڑا سبب یہ خیال تھا کہ ہم نبیوں کی اولاد ہیں ہم سے کوئی مواخذہ نہ ہوگا اور ہم کسی حال میں بھی سزا نہ پائیں گے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ خیال سراسر بے بنیاد ہے ۔ کیا تمہارے پاس اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی عہد ہے ۔ اگر ایسا ہے تو تم مطمئن ہو سکتے ہو کیونکہ خداوند تعالیٰ خلافِ عہد نہیں کرتا ۔ لیکن اگر ایسا نہیں اور یقیناً نہیں ہے تو تم محض ایک خام خیالی میں مبتلا ہو ۔

۹۶ بلیٰ حرفِ جواب ہے ۔ نفی کے بعد واقع ہوتا ہے اور نفی کا ابطال کرتا ہے یعنی مثبت مفہوم پیدا کرتا ہے ۔ لکھا ہے :۔

بلیٰ جواب للتحقیق توجب ما یقال لك لانها ترك للنفی وھی حرف لانها ضد لا ۔" (مختار الصحاح)

اس آیت میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نسل اور خاندان کام نہیں آتے ۔ ہر شخص اپنی اپنی نیکی اور بدی کا ذمہ دار ہے ۔ بدیوں کے لئے احاطت بہ خطیئتہ کہہ کر بتلا دیا کہ جہنم میں وہ جائیں گے جن کی بدیوں کا پلڑا بوجھل ہو جائے گا ۔

سُورۂ مریم کی تفسیر

یہ تفسیری نوٹ اس مفصل درس قرآن کریم کا خلاصہ ہیں جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ نے فروری ۱۹۵۳ء میں شروع فرمایا تھا۔ سُورۂ مریم عیسائیت کی تردید میں ایک جامع سورۃ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے عیسائی عقائد اور عیسائی خیالات کی تردید فرمائی ہے اور واقعاتی طور پر عیسائیوں کی غلطیوں کا ازالہ فرمایا ہے۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام اور حضرت مریمؑ کے متعلق یہود و نصاریٰ نے جو غلط روش اختیار کر رکھی ہے جس قسم کی تفریط و افراط سے کام لے رہے ہیں۔ اس کی تغلیط کر کے اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں ہر دو کی صحیح پوزیشن اور ان کا صحیح مقام ظاہر فرمایا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ کے اِس درس میں بہت سے مسائل حل ہوئے ہیں۔ الوہیت مسیحؑ کی تردید، حضرت مسیحؑ کی حضرت یحییٰؑ سے مماثلت، قرآن مجید کے فضائل کے علاوہ خصوصیت سے یہ موضوع زیر بحث آیا ہے کہ حضرت مسیح ناصری کی پیدائش کے متعلق عیسائیوں کی مقرر کردہ تاریخیں بھی محض ظن اور تخمین پر مبنی ہیں بلکہ اس میں صریح طور پر غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے۔ حضرت مسیحؑ کی ولادت کا اصل زمانہ واقعات کے رُو سے جولائی اگست کا مہینہ ہے۔ پس قرآن مجید نے هُزِّىٓ اِلَيۡكِ بِجِذۡعِ النَّخۡلَةِ تُسٰقِطۡ عَلَيۡكِ رُطَبًا جَنِيًّا کہہ کر عیسائیوں کی غلطی کی طرف اشارہ کر کے مسیحؑ کے زمانۂ ولادت کی تعیین فرمائی ہے۔ غرض یہ تفسیر سورۂ مریم نہایت مفید ہے۔

قیمت مع محصول ڈاک چودہ آنے ہے

مِلنے کا پتہ

مکتبۂ الفرقان۔ ربوہ

رسالہ الفرقان کے متعلق

حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ کا تازہ ارشاد!

سالانہ جلسہ ۱۹۵۴ء میں تقریر کرتے ہوئے حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہٗ نے رسالہ الفرقان کے بارے میں فرمایا۔

"رسالہ فرقان میں اس امر کو مدنظر رکھا جاتا ہے کہ **علمی مضامین** اسکے اندر آئیں اور **جماعت اسلامی** والے جو نئی نئی باتیں پیش کرتے ہیں یا **طلوع اسلام** والے پیش کرتے ہیں یا **اہل قرآن** یا **بہائی** کرتے ہیں انکا جواب دیا جائے۔ گویا جتنی نئی مذہبی تحریکیں ہیں ان نئی مذہبی تحریکوں کے جواب کیلئے یہ رسالہ خصوصیت سے وقف ہے دوسرے اخبار یا رسالے ایسا نہیں کر سکتے۔ الفضل یہ نہیں کر سکتا کیونکہ الفضل روزانہ اخبار ہے۔ روزانہ اخبار ان باتوں میں نہیں پڑ سکتا۔ ریویو بھی اسکو نہیں لے سکتا کیونکہ ریویو غیر ملکوں میں جانیوالا رسالہ ہے اس کا اصل کام اسلامی نقطہ نظر سے لوگوں کو روشناس کرانا ہے اور چونکہ غیر ملکوں میں اس نے جانا ہے اسلئے کوئی وجہ نہیں کہ ہم اسمیں جماعت اسلامی پر بحث کریں یا طلوع اسلام پر بحث کریں امریکہ کو یا جاپان کو یا سوئٹزرلینڈ کو یا آسٹریلیا کو یا نیوزی لینڈ کو طلوع اسلام والوں سے یا جماعت اسلامی والوں سے کوئی دلچسپی نہیں وہ انکی کوئی حقیقت ہی نہیں جانتے۔ وہ ہمیں جانتے ہیں یا اسلام کے نام کو جانتے ہیں اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتے۔ ان لوگوں کے سامنے خواہ مخواہ ان کے مضامین کو لانے کی کیا ضرورت ہے اسلئے ریویو بھی ہمارے اس کام نہیں آ سکتا۔ پھر یہ ایک ایسا پرچہ ہے جو اردو میں نکلتا ہے اور اسمیں اس قسم کے مضامین نکلنے سے یقیناً فائدہ ہوتا ہے کیونکہ یہ مضامین زیادہ تر پاکستان میں زیر بحث آتے ہیں اور پاکستان میں ایسے لوگ ہیں جن کو ان سے دلچسپی ہے۔"

(الفضل ۱۲؍جنوری ۵۵ء)

نوٹ :- الفرقان کا سالانہ چندہ صرف پانچ روپے ہے۔

مینجر الفرقان۔ ربوہ